عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد: ۴۵ | ۲۷ شعبان تا ۴ رمضان المبارک ۱۴۴۷ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ فروری ۲۰۲۶ء | شمارہ: ۷

زکوۃ کے جدید مسائل

روزہ کے فضائل و احکام

ماہِ رمضان میں فضیلت عمرہ

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.org

www.amtkn.com
Email:editorkn@yahoo.com

سحری کب تک کرنا چاہئے؟

س:..... سحری کے وقت کب تک کھانا پینا بند کر دینا چاہئے؟ کیا جب فجر کا وقت داخل ہو جائے یا اس سے پہلے؟ اگر چائے پی رہے ہوں، ایک گھونٹ باقی تھا معلوم ہوا کہ اذان ہو رہی ہے جلدی سے وہ گھونٹ پورا کرلیا، کیا روزہ ہوگا یا نہیں؟

ج:..... فجر کا وقت شروع ہونے سے پہلے سحری کھانا پینا بند کر دینا ضروری ہے۔ اذان فجر کا وقت داخل ہونے پر ہی دی جاتی ہے، اگر اس وقت کچھ کھایا پیا تو روزہ نہیں ہوگا۔ اگر کسی سے بے خیالی میں ایسا ہو جائے تو وہ بعد میں اس روزہ کی قضا کرلے۔

روزہ میں انہیلر کا استعمال

س:..... روزہ دار کو شوگر میں انسولین کا انجیکشن لگانے کی اجازت ہے تو دمہ کے مریض کو انہیلر کے استعمال کی اجازت کیوں نہیں؟

ج:..... کسی بھی قسم کا انجیکشن لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اس لئے کہ انجیکشن کے ذریعہ جو دوا جسم میں پہنچائی جاتی ہے وہ رگ میں انجیکشن کے ذریعہ پہنچائی جاتی ہے جو کہ مفسد صوم نہیں ہے، کیونکہ رگ کا معدہ سے براہِ راست تعلق نہیں ہے، جب کہ انہیلر کے ذریعے دوا حلق سے نیچے اتاری جاتی ہے جس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اس لئے کہ حلق سے نیچے کسی چیز کا اتارنا مفسد صوم ہے۔

کئی مستحقین کو زکوٰۃ دینا

س:..... کیا زکوٰۃ کی رقم کئی مستحق زکوٰۃ کو تھوڑی تھوڑی کر کے بانٹ دینی چاہئے یا کسی ایک مستحق کو دینا ہی بہتر ہے؟

ج:..... کسی مستحق زکوٰۃ کو یکمشت اتنی رقم دے دینا کہ وہ خود صاحبِ نصاب ہو جائے مکروہ ہے، مگر زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ بہتر یہ ہے کہ نصاب سے کم دے باقی کسی دوسرے مستحق کو دیدے۔ مستحق کی ضرورت کا خیال کر کے زکوٰۃ ادا کرے جو کہ زکوٰۃ دینے کا مقصد ہے۔ ظاہر ہے کہ تھوڑی تھوڑی کر کے کئی مستحقین کو دینے سے ان کی ضروریات پوری نہ ہوں گی اور وہ محتاج رہیں گے۔

خواتین کا دوران اعتکاف کمرہ تبدیل کرنا

س:..... اگر خواتین آخری عشرہ میں اعتکاف میں بیٹھ جائیں اور بعد میں کسی وجہ سے جگہ یا کمرہ تبدیل کرنا چاہیں تو کیا وہ ایسا کرسکتی ہیں؟

ج:..... عورت نے اپنے گھر کے جس حصے کو اپنے اعتکاف کے لئے متعین کیا ہے، اب اس کے لئے وہاں سے بغیر ضرورت طبعیہ کے نکلنا جائز نہیں ہے، اگر بھولے سے بھی نکلے گی تو سنت اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ اس لئے جگہ یا کمرہ تبدیل کرنے کی اجازت نہیں ہے، شروع سے ہی سوچ کر جگہ کا انتخاب کریں تاکہ بعد میں کوئی پریشانی نہ ہو۔

واللہ اعلم بالصواب

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

مجلس

جلد: ۴۵ ۲۷ر شعبان تا ۴ر رمضان المبارک ۱۴۴۷ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ر فروری ۲۰۲۶ء شمارہ: ۷

مجلس ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، مولانا سائیں عبدالمجیب قریشی،
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست

حضرت مولانا حافظ محمد ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا اللہ وسایا

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میوؔ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین وآرائش:

محمد ارشد خرمؔ، محمد فیصل عرفان خان

ماسر شمارے میں!

حضرت مولانا فضل الرحیم اشرفیؒ	۵	حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
روزے کے فضائل واحکام	۷	مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ
روزہ کی حکمتیں	۱۰	مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی
رمضان المبارک کیسے گزاریں؟	۱۳	مولانا مفتی عبدالواحد
زکوٰۃ کے جدید مسائل	۱۵	مولانا مفتی محمد سلمان مظاہری
جو عقل کا غلام ہو، وہ دل نہ کر قبول	۱۹	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
بڑوں سے بے نیازی... بربادی کا راستہ	۲۲	مولانا محمد راشد شفیع
معراج جسمانی پر دلائل (۵)	۲۴	مولانا عبدالحکیم نعمانی
ماہِ رمضان میں فضیلتِ عمرہ	۲۷	محترمہ طیبہ ضیاء

زرِ تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقا: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر

فی شمارہ: ۲۵ روپے، ششماہی: ۶۰۰ روپے، سالانہ: ۱۲۰۰ روپے

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِ نبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

قسط:۱۵۶ فصل:....۸ھ کے واقعات

۲۰:....اسی سال فتحِ مکہ سے قبل حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کا جو سریہ بطن اضم کی جانب بھیجا گیا تھا، اس میں یہ قصہ پیش آیا کہ حضرت محلم بن جثامہ اللیثی رضی اللہ عنہ اس سریہ میں شریک تھے، ان کی ملاقات بنو اشجع کے ایک شخص عامر بن اضبط سے ہوئی، عامر نے حضرت محلمؓ اور ان کے رُفقاء کو اِسلامی طریقے پر سلام کیا، مگر انہوں نے یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ مؤمن نہیں ہے، اسے قتل کردیا، جب اس سریہ سے فارغ ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے حق میں قرآنِ کریم کی یہ آیت نازل ہوئی: ’’یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَتَبَیَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا‘‘ الآیۃ۔(النساء:۹۴) ترجمہ:....’’اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں سفر کیا کرو تو ہر کام کو تحقیق کرکے کیا کرو، اور ایسے شخص کو جو تمہارے سامنے اطاعت ظاہر کرے یوں مت کہہ دیا کرو کہ تو مسلمان نہیں ہے۔‘‘

۲۱:....اسی سال صحیح قول کے مطابق، جو جمہور کا قول ہے، ماہِ صفر میں حضرت عمرو بن عاص السہمی، خالد بن ولید بن مغیرہ المخزومی اور عثمان بن ابی طلحہ العبدری الحجبی (یہ خانۂ کعبہ کے کلید بردار تھے) رضی اللہ عنہم، اسلام لائے، چنانچہ صفر ۸ھ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر مشرف باسلام ہوئے، اور خالد بن ولیدؓ اسلام قبول کرنے کے دو مہینے بعد غزوۂ موتہ میں شریک ہوئے، اس سے قبل کسی جہاد میں ان کی شرکت ثابت نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ان تینوں حضرات کے اسلام کا واقعہ ۷ھ کے اَواخر کا ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت خالدؓ ۶ھ کے اَواخر میں اسلام لائے، اور ایک قول یہ ہے کہ ۷ھ میں غزوۂ خیبر سے قبل۔ ۲۲:....اسی سال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتحِ مکہ سے فارغ ہوئے تو مکہ سے ہجرت کرنے کی فرضیت کا حکم منسوخ ہوا۔

۲۳:....اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صداء کا وفد حاضر ہوا، یہ لوگ یمن کے ایک علاقے میں آباد تھے، یہ وفد حضرت زیاد بن حارث الصدائی سمیت پندرہ افراد پر مشتمل تھا، یہ حضرات بیعتِ اسلام سے مشرف ہوکر وطن واپس لوٹے، اور ان کی دعوت کے نتیجے میں ان کے یہاں اسلام کثرت سے پھیلا، چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر ان کے ایک سو آدمی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔

۲۴،۲۵:....اسی سال فتحِ مکہ کے بعد، اور بقول بعض غزوۂ حنین کے بعد حضرت عداء (بفتح عین مہملہ وتشدید دال، والف ممدودہ) ابن خالد بن ربیعہ العامری اسلام لائے، یہی صاحب ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ’’بیع نامہ‘‘ لکھ کردیا تھا، جس کا متن یہ تھا: ’’ھٰذَا مَا اشْتَرَی الْعَدَّاءُ بْنُ خَالِدٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْعَ الْمُسْلِمِ مِنَ الْمُسْلِمِ لَا دَاءَ وَلَا خِبْثَۃَ وَلَا غَائِلَۃَ۔‘‘

ترجمہ:....’’یہ چیز وہ ہے جو عداء بن خالد نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خرید کی ہے، یہ ایک مسلم کی مسلم سے بیع ہے، جس میں نہ بیماری ہے، نہ حرمت وخباثت، نہ دھوکا نہ فریب۔‘‘ ترمذی، نسائی اور ابنِ ماجہ نے یہ تحریر اسی طور پر نقل کی ہے، اور یہی صحیح ہے، اور اِمام بخاریؒ نے ’’کتاب البیوع‘‘ میں اس واقعے کو تعلیقاً بدیں الفاظ نقل کیا ہے: ’’یہ وہ چیز ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عداء بن خالدؓ سے خرید کی ہے....الخ‘‘ یہ روایت یا تو مقلوب ہے (کہ راوی نے بائع اور مشتری کے نام اُلٹ دیئے ہیں) یا شراء کا لفظ بیع کے معنی میں ہے، حافظ عینیؒ شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ: ’’یہ بیع غلام یا لونڈی کی ہوئی تھی۔‘‘ (ترمذی کی روایت میں اس کی تصریح موجود۔ ص:۱۱۴، ج:۱، مترجم)

(جاری ہے)

اداریہ

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

حضرت مولانا فضل الرحیم اشرفی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ!

جامعہ اشرفیہ لاہور کے مہتمم استاذ الحدیث مولانا فضل الرحیم اشرفیؒ ۴ جنوری ۲۰۲۶ء اتوار کو رات ساڑھے گیارہ بجے وصال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے خلیفہ اجل، جامعہ اشرفیہ کے بانی حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ کے ہاں ۱۰ر نومبر ۱۹۴۴ء کو محلہ شریف پورہ امرتسر میں ایک صاحبزادے پیدا ہوئے۔ جنہیں فضل الرحیم کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس صاحبزادہ صاحب نے ہوش سنبھالنے پر اپنی والدہ محترمہ سے قرآن مجید کی تعلیم کا آغاز کیا۔ پاکستان بننے کے بعد لاہور نیلا گنبد کی جامع مسجد سے جامعہ اشرفیہ کا آغاز ہوا، قاری خدا بخشؒ، قاری رونق علیؒ سے اس صاحبزادہ نے اس ادارہ میں قرآن مجید کے حفظ کا آغاز و تکمیل کی، معروف قاری عبدالمالک صاحبؒ سے تجوید پڑھی۔

جامعہ اشرفیہ میں درس نظامی کی تعلیم کا آغاز کیا اور پھر اپنے والد گرامی مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا رسول خان ہزارویؒ ایسے مشائخ وقت سے کسب فیض کیا، دورہ حدیث شریف کے بعد جامعہ عباسیہ بہاول پور تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ اور دیگر مشائخ سے تکمیل کی۔ جامعہ عباسیہ سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد جامعہ اشرفیہ لاہور میں مسند تدریس پر فائز ہوئے۔ اور پھر یہ وقت بھی آیا کہ جامعہ اشرفیہ کے اساتذہ حدیث میں آپ شامل ہوئے۔ مولانا فضل الرحیم ایک ہنس مکھ، ملنسار طبیعت کے مالک تھے، نرمی، ملائمت، شفقت، سراپا ہمدردی و خیر خواہی کے عناصر سے قدرت نے آپ کے وجود کا خمیر اٹھایا تھا۔ گفتگو اتنی محبت وشفقت سے فرماتے کہ ہر سامع کے قلب پر اثر کرتی نظر آتی تھی، اپنے مخاطب کو اتنا احترام دیتے کہ وہ قلب ونظر سے فدا ہونے لگ جاتا، قدرت نے اس وصف خاص کے صدقے آپ کو ہر دلعزیز بنا دیا تھا۔ آپ کی باغ وبہار شخصیت سے کوئی انسان متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا۔ نستعلیق، مٹھاس سے لبریز گفتگو آپ کی طبیعت ثانی بن گئی۔ بڑے کہتے ہیں اگر اپنا احترام کرانا چاہتے ہو تو پہلے احترام کرنا خود سیکھو۔ قدرت تمہیں بھی احترام نصیب کرے گی۔ مولانا فضل الرحیم اشرفی کی ہر آدمی کے ساتھ مسکراہٹ بھری، پھولوں کی برسات مانند گفتگو جس شخص نے سنی وہ گواہی دے گا کہ بولتے نہیں تھے، موتی رولتے تھے، سبق، خطاب عام، انفرادی یا اجتماعی عوام وخواص کی مجالس میں ہر جگہ دلآویز مسکراہٹ سے گفتگو کا آغاز کرتے، مطلب کی بات کرتے، معلومات کا خزانہ لٹاتے، جامع پروقار اور مختصر گفتگو ان کا خاصہ بن گئی تھی۔ ان کے بعد شاید اب مثال پیش کرنا بھی دشوار ہوگا۔

مولانا فضل الرحیمؒ نے ۱۹۶۲ء میں دورہ حدیث شریف کیا، پھر جامعہ عباسیہ سے تکمیل کی، پھر تدریس کا آغاز ہوا، ۱۹۹۲ء سے دورۂ حدیث شریف کے اسباق پڑھانے لگے، ہزاروں ہزار آپ کے شاگرد ہوں گے، اندرون وبیرون ملک بلکہ شرق وغرب تک آپ کے شاگردوں کا وسیع حلقہ

ہے۔آپ کے بیرون ملک اسفار کا ایک مستقل باب ہے۔آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے علم کے وقار واحترام، ہردلعزیزی اور یادوں کی داستان چھوڑ آتے۔تصوف میں آپ پیر طریقت تھے، جامعہ اشرفیہ لاہور کے ناظم تعلیمات پروفیسر وشیخ الحدیث مولانا محمد یوسف خان بھی آپ کے خلفاء میں شامل ہیں، اس سے حضرت مرحوم کے تصوف کے کمال کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، متعدد کتب کے آپ مصنف ومؤلف تھے۔جامعہ اشرفیہ کے مہتمم وشیخ الحدیث، وفاق المدارس کے سرپرست، قرآن وعلماء بورڈ پنجاب کے چیئرمین وصدر، مجلس صیانۃ المسلمین کے سربراہ، رابطہ ادب واسلامی کے رئیس، معہد ام القریٰ جامعہ اشرفیہ کے چیئرپرسن، اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن، جامعہ الحسن کے خطیب اور نہ معلوم کتنے مناصب کو آپ نے عزت بخشی ہوئی تھی، آپ عقیدہ ختم نبوت کے منّاد تھے، اس محاذ پر کام کرنے والی تمام تنظیمات ان کو اپنا سرپرست شمار کرتی تھیں اور آپ کی ہردلعزیزی یہاں بھی چٹانوں کی بلندیوں پر فائز تھی۔مجلس تحفظ ختم نبوت کی ایبٹ آباد، چناب نگر، لندن، برمنگھم، گلاسکو، لاہور، ملتان، کراچی، شاہی مسجد لاہور، مینار پاکستان ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت کے لیے جب بھی درخواست کی جاتی آپ شرکت سے ضرور سرفراز فرماتے، صحت کے زمانہ میں چناب نگر کی ختم نبوت کانفرنس میں ہرسال تشریف لانا آپ کے معمولات کا حصہ شمار ہوتا تھا۔اکثر وبیشتر اپنے خلیفہ مجاز اور جامعہ کے ناظم تعلیمات مولانا محمد یوسف خان کو بھی ہمراہ لاتے۔شیخین کریمین کی جس اجلاس میں شرکت ہوتی وہ اجلاس عروج کی آخری حدوں کو بھی عبور کرنے لگ جاتا۔بارہا آپ کے جامعہ اشرفیہ میں ختم نبوت کانفرنسوں کا انعقاد ہوا۔آپ جس خوش دلی کے ساتھ اپنے ادارہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام ملکی لیول کی ختم نبوت کانفرنسوں کا انعقاد کی اجازت دیتے، اور پھر کمال شفقت کے ساتھ کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے سرپرستی فرماتے وہ تحفظ ختم نبوت کی انمٹ تاریخ کا سنہری باب ہے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کا دفتر آپ کے جامعہ اشرفیہ کی بغل میں وحدت روڈ مسلم ٹاؤن حسین سٹریٹ میں واقع ہے۔آپ کی سرپرستی اور وہاں کے ہر پروگرام میں تشریف آوری کو اب یاد کرتے ہیں تو لگتا ہے کہ تحفظ عقیدہ ختم نبوت کے محاذ پر امت مسلمہ کے لیے ایک سائبان رحمت تھے۔حق تعالیٰ نے انہیں خیر وبرکت اور خوبیوں کا مرقع بنایا تھا۔وہ بیک وقت سدابہار شجر سایہ دار اور ثمر بار تھے، پھل دار بھی تھے، ان کی حسین یادوں اور اداؤں پر نظر کرتے ہیں تو ان کی وفات کو اپنی محرومی سے تعبیر کیے بغیر چارہ نہیں رہتا، وہ کیا گئے یادوں کی بارات اپنی منزل کو پا گئی۔وہ ایک تاریخ ساز شخصیت تھے۔ان کی زندگی کے جس شعبہ کو لیا جائے وہ کامیابیوں، کامرانیوں اور ان کی شش جہت شخصیت کا آئینہ دار ہے۔تواضع، انکساری، مہمان نوازی، خوش اخلاقی، شفقتوں، محبتوں بھری لازوال ثبات قدمی کی مبارک صفات ان کی شخصیت کو اتنا بلند وبالا کردیتی ہیں کہ اب اس کی مثال لانا جان جوکھوں سے کم نہیں۔وہ اپنی ذات میں انجمن تھے، وہ خیر کا ایسا سرچشمہ تھے جس نے اس خطہ پاکستان کو خیر وبرکت سے صاحب نصاب بنادیا ہے۔ان کے جانے سے موسم بہار نے خزاں کا روپ دھار لیا ہے۔آخری دنوں کچھ عرصہ صاحبِ فراش رہے، اس علالت میں ان کا وجود سراپا نور بن گیا تھا۔

۴؍جنوری ۲۰۲۶ء کی شب آپ نے عنان حیات آخرت کی طرف موڑ دی۔رب کریم کے حضور اس شان سے حاضر ہوئے کہ جس نے بھی آپ کی وفات کا سنا چیخیں نکل گئیں۔اگلے دن نماز ظہر کے بعد آپ کا جامعہ اشرفیہ میں ہی آپ کے صاحبزادہ حضرت مولانا زبیر حسن مدظلہم نے جنازہ پڑھایا اور یوں وہ آخرت کی منزل پر بسیرا فرما ہوگئے۔گئے ضرور مگر دلوں سے نہیں، اس لیے کہ وہ متعلقین کے دلوں پر بلاشرکت غیرے حکمرانی کرنے والے تھے۔حق تعالیٰ اپنی شایان شان ان سے معاملہ فرمائیں۔آمین! بحرمۃ النبی الکریم۔مولانا زبیر حسن، مولانا محمد یوسف خان، مولانا ارشد عبید، مولانا اسعد عبید مدظلہم پورا ان کا حلقہ تعزیت کا مستحق ہے۔حق تعالیٰ سب کی پردہ غیب سے کفالت فرمائیں اور صبر جمیل کی توفیق سے سرفراز فرمائیں۔آمین!

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیّدنا محمّد وعلیٰ آلہٖ وأصحابہٖ وأجمعین!

روزہ کے فضائل واحکام

حضرت مولانا عبدالرؤف سکھروی مدظلہ

روزہ ارکان اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے، اور یہ ایسی بدنی عبادت ہے جو پچھلی امتوں پر بھی فرض تھی، اس عبادت کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی برکت سے نفسانی خواہشات کا زور ٹوٹتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہر عاقل وبالغ مسلمان مرد وعورت پر رمضان المبارک کے روزے فرض فرمائے ہیں، اور یہ وہ بابرکت فریضہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب فرمایا ہے اور قیامت کے دن حق تعالیٰ اس کا بدلہ اور اجر وثواب بغیر کسی واسطہ کے بذاتِ خود روزہ دار کو عنایت فرمائیں گے، چنانچہ حدیث قدسی میں ارشاد ہے:

”روزہ میرا ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔“ (صحیح بخاری)

ویسے تو نماز روزہ اور دیگر سب عبادات اللہ تعالیٰ کی ہیں اور اسی کو راضی اور خوش کرنے کے لئے سب عبادات کی جاتی ہیں، مگر روزہ ایک عجیب خصوصیت اپنے اندر رکھتا ہے، وہ ریا اور دکھلاوے سے بالکل دور، غیروں کی نظر سے پوشیدہ اور بندہ اور معبود کے درمیان ایک راز ہے، یہاں تک کہ روزہ دار اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو صحیح طور پر اس کا علم بھی نہیں ہوتا، کیونکہ روزہ کی کوئی ظاہری صورت اور محسوس علامت نہیں ہوتی جس کی وجہ سے دیکھنے والوں کو اس کا علم ہو سکے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کا بدلہ اور ثواب دینے میں بھی خصوصی اور رازدارانہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ براہِ راست بغیر کسی واسطہ کے روزہ دار کو اس کا بدلہ عطا فرمائیں گے اور فرشتوں کو بھی اس کی اطلاع نہیں ہوگی۔

روزے کے فضائل احادیث میں:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں روزے کے فضائل بیان فرمائے ہیں، مثلاً:

۱:... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انسان کے ہر عمل کا اجر دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے، لیکن روزہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ روزہ اس قانون سے مستثنیٰ ہے، کیونکہ وہ خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، کیونکہ بندہ میری وجہ سے اپنی خواہشات کو اور کھانے پینے کو چھوڑ دیتا ہے۔ (صحیح مسلم)

۲:... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ میری امت کو رمضان شریف کے بارے میں پانچ چیزیں مخصوص طور پر دی گئی ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں ملیں:

۱:... اُن کے منہ کی بدبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

۲:... ان کے لئے دریا کی مچھلیاں دعا کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں۔

۳:... جنت ہر روز ان کے لئے آراستہ کی جاتی ہے، پھر حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ میرے نیک بندے (دنیا کی) مشقتیں اپنے اوپر سے پھینک کر تیرے پاس آئیں۔

۴:... اس میں سرکش شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں کہ وہ رمضان میں اُن برائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے جن کی طرف غیر رمضان میں پہنچ سکتے ہیں۔

۵:... رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کے لئے مغفرت کی جاتی ہے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یہ شبِ مغفرت، شبِ قدر ہے؟ فرمایا: نہیں! بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دے دی جاتی ہے۔ (ترغیب)

۳:... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کا یقین رکھتے ہوئے، رمضان کے

روزے رکھے، اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔(صحیح بخاری)

۴:... حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ''ریان'' ہے، قیامت کے دن اس دروازے سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے، ان کے علاوہ کوئی اور اس دروازے سے داخل نہ ہوسکے گا، اعلان ہوگا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ چنانچہ روزہ دار کھڑے ہوں گے اور جب وہ اس دروازے سے داخل ہو جائیں گے تو دروازہ بند کر دیا جائے گا اور کوئی داخل نہ ہوسکے گا۔ (صحیح بخاری)

اس کے علاوہ بھی احادیثِ طیبہ میں روزہ کے متعدد فضائل بیان ہوئے ہیں، اس لئے ہر عاقل و بالغ مسلمان پر لازم ہے کہ رمضان المبارک کے فرض روزے رکھنے کا پورا اہتمام کرے، اور معمولی معمولی باتوں اور مشقتوں کا بہانہ کر کے ہرگز روزہ نہ چھوڑے، کیونکہ بلا عذرِ معتبر فرض روزہ چھوڑنا گناہِ کبیرہ ہے اور احادیثِ مبارکہ میں بلا عذر روزہ نہ رکھنے والے کے لئے وعیدیں آئی ہیں، ذیل میں چند احادیث طیبہ ملاحظہ فرمائیں:

فرض روزہ نہ رکھنے کی مذمت احادیثِ طیبہ میں:

حدیث نمبر ۱:... ''عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من أفطر یوما من رمضان من غیر رخصۃ ولا مرض لم یقض عنہ صوم الدھر کلہ وان صامہ۔(مشکوٰۃ)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص (قصداً) بلا کسی شرعی عذر کے (یعنی شرعاً اسے روزہ چھوڑنے کی اجازت نہ تھی اور روزہ سے عاجز کرنے والا مرض بھی نہ تھا پھر بھی وہ) رمضان کا روزہ چھوڑ دے تو رمضان کے علاوہ چاہے عمر بھر روزے رکھے، وہ اس کا بدلہ نہیں ہوسکتا۔''(مشکوۃ)

تشریح:.... رمضان المبارک کا مہینہ اللہ تعالیٰ نے فرض روزوں کے لئے مخصوص کر دیا ہے، اب اگر کوئی شخص اپنی بدبختی سے اس مہینہ میں روزہ چھوڑ دے تو اس کے اعمال نامہ میں گناہِ کبیرہ تو لکھا ہی جائے گا، اور روزہ کے عظیم ثواب اور خیر و برکت سے محرومی اس کے علاوہ ہوگی جو بہت بڑا نقصان ہے، اس کے علاوہ یہ بھی نقصان ہے کہ ایک روزہ کے عوض اگر عمر بھر بھی روزے رکھے تب بھی وہ فضیلت حاصل نہ ہوگی جو رمضان میں روزہ رکھنے سے حاصل ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ مذکورہ بالا حدیث کی وجہ سے بعض علماء کرام کا مذہب یہ ہے کہ رمضان کے روزہ کی قضا ہو ہی نہیں سکتی چاہے عمر بھر روزہ رکھتا رہے، البتہ جمہور فقہاء کرامؒ کے نزدیک اگر رمضان کا روزہ رکھا ہی نہیں تو ایک روزہ کے بدلے ایک روزہ سے قضا ہوجائے گی، اور اگر روزہ رکھ کر بلا عذرِ معتبر توڑ دیا تو قضاء کے ایک روزے کے علاوہ دو مہینے لگاتار کفارہ کے روزے رکھنے سے فرض ذمہ سے ساقط ہوجائے گا، لیکن اتنی بات پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ برکت اور فضیلت جو رمضان المبارک کی ہے وہ ہاتھ نہیں آسکتی۔

حدیث نمبر ۲:... ''عن جابر بن عبداللہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ادرک رمضان ولم یصمہ فقد شقی، ومن ادرک والدیہ او احدھما فلم یبرہ فقد شقی، ومن ذکرت عندہ فلم یصل علی فقد شقی۔''

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ۱۳۹/۳)

ترجمہ: ''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے رمضان کا مہینہ پایا اور روزے نہیں رکھے وہ بدبخت ہے، اور جس شخص نے اپنے والدین دونوں یا ایک کو پایا اور ان کی فرمانبرداری نہیں کی وہ بدبخت ہے، اور جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے وہ بھی بدبخت ہے۔''

(مجمع الزوائد)

حدیث نمبر ۳:... ''عن سلیم بن عامر أبی یحی الکلاعی، قال: حدثنی ابو

حدیث قدسی میں ارشاد ہے: ''روزہ میرا ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔'' (صحیح بخاری)

امامة الباهلي، قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: بينا أنا نائم اذ أتاني رجلان فاخذا بضبعي، فأتيا بي جبلا وعرا، فقالا لي: اصعد، فقلت: اني لا أطيقه، فقالا: انا سنسهله لك، فصعدت، حتى اذا كنت في سواء الجبل، اذا أنا بأصوات شديدة، فقلت: ما هذه الاصوات؟ قالوا: هذا عواء أهل النار، ثم انطلق بي، فاذا أنا بقوم معلقين بعراقيبهم، مشققة أشداقهم، تسيل أشداقهم دما، قال:قلت: من هؤلاء؟ قال: هؤلاء الذين يفطرون قبل تحلة صومهم۔‘‘ (السنن الکبری للبیہقی۔ ۴/۳۶۵)

ترجمہ: ’’حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آپ نے فرمایا: ایک مرتبہ میں سورہا تھا، میرے پاس دو آدمی آئے، انہوں نے مجھے میرے بازوؤں سے پکڑا اور مجھے ایک دشوار گزار پہاڑ پر لے آئے اور وہاں پہنچ کر مجھ سے کہنے لگے کہ اس پر چڑھئے، میں نے کہا کہ مجھ میں اس کی طاقت نہیں ہے، وہ کہنے لگے کہ ہم آپ کے لئے سہولت پیدا کر دیتے ہیں، چنانچہ میں اس پہاڑ پر چڑھنے لگا، جب میں درمیان میں پہنچا تو بڑی شدید آوازیں آئیں، میں نے (اپنے ساتھیوں سے) کہا: یہ آوازیں کیسی ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ اہلِ جہنم کا شور وغل ہے، پھر وہ مجھے آگے لے کر چلے، اچانک میں کچھ لوگوں کے پاس پہنچا جو ایڑیوں کے بل لٹکے ہوئے تھے اور ان کے جبڑے چھلے ہوئے تھے جن سے خون بہ رہا تھا، میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ کا وقت پورا ہونے سے پہلے ہی روزہ کھول لیتے ہیں۔ (سنن کبریٰ)

حدیث نمبر ۴:... ’’عن ابن عباس رضی الله عنهما قال حماد بن زيد ولا أعلمه الا قد رفعه الى النبي صلى الله عليه وسلم قال عرى الاسلام وقواعد الدين ثلاثة عليهن اسس الاسلام من ترك واحدة منهن فهو بها كافر حلال الدم شهادة أن لااله الا الله والصلاة وصوم رمضان رواه أبو يعلى باسناد حسن ورواه سعيد بن زيد اخو حماد بن زيد عن عمرو بن مالك النكرى عن أبي الجوزاء عن ابن عباس مرفوعا وقال فيه من ترك منهن واحدة فهو بالله كافر ولا يقبل منه صرف ولا عدل وقد حل دمه وماله۔‘‘ (الترغیب والترہیب للمنذری ۱/۲۱۵)

ترجمہ: ’’حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں: اسلام کی اساس اور بنیاد تین چیزیں ہیں جن پر اسلام کی بنیاد قائم ہے، جو شخص ان میں سے کسی ایک کو بھی چھوڑ دے گا وہ کافر ہے اور اس کا خون حلال ہے: (۱۔کلمۂ توحید کی شہادت، ۲۔فرض نماز، ۳۔رمضان کا روزہ)

ایک روایت میں ہے کہ جو شخص ان میں سے کسی کو بھی چھوڑ دے گا وہ کافر ہے اس کی کوئی عبادت مقبول نہیں۔ (ترغیب)

تشریح:... مذکورہ بالا احادیث میں روزہ نہ رکھنے والے کو کافر بتایا گیا ہے، علماء کرام نے اگرچہ اس کا فر ہونے کو انکار کرنے کے ساتھ مقید کیا ہے کہ جو روزہ کا انکار کرے وہ مسلمان نہیں رہتا، اور جو شخص بلاعذر اس کو چھوڑ دے وہ کافر نہیں مگر سخت گنہگار اور فاسق ہے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسے لوگوں کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بہت سخت ہیں۔ اس لئے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرنا چاہئے۔

البتہ اگر شرعی عذر ہو تو مجبوری کی صورت میں رمضان کا روزہ چھوڑنے کی اجازت ہے، ایسی صورت میں بعد میں قضاء کرنی ہوگی۔ اپنے عذر کی تفصیل کسی مستند مفتی کو بتا کر اس سے حکمِ شرعی معلوم کیا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو روزہ کے فضائل و برکات حاصل کرنے اور روزہ نہ رکھنے کے گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بلاعذرِ معتبر فرض روزہ چھوڑنا گناہِ کبیرہ ہے اور احادیثِ مبارکہ میں بلاعذر روزہ نہ رکھنے والے کے لئے وعیدیں آئی ہیں

روزہ کی حکمتیں

مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی

روزہ کی حقیقت:

عبادت کی نیت سے صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے رُکے رہنے کا نام روزہ ہے، یہ عبادت اسلام سے پہلے دیگر مذاہب میں بھی کیفیت وکمیت کے فرق کے ساتھ مشروع تھی جیسا کہ قرآن خود شہادت دے رہا ہے۔

’’یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلّکم تتّقون۔‘‘

ترجمہ: ’’اے ایمان والو! فرض کیا گیا تم پر روزہ جیسے فرض کیا گیا تھا ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔‘‘

لیکن جس طرح اسلام نے نماز، زکوٰۃ میں جامعیت ومرکزیت پیدا کر کے انھیں دیگر ادیان و مذاہب کے نماز وزکوٰۃ سے ممتاز بنا دیا۔ اسی طرح سے روزہ کو بھی دیگر مذاہب کے روزوں کے مقابلہ میں اختصاص و امتیاز عطا کیا گیا۔ چنانچہ اسی غرض سے صوم مفروض کو ایک مہینہ کے لیے خاص کیا گیا اور پھر اس کے لیے وہ مہینہ منتخب کیا گیا جس میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے مسلمانوں کو دستور ہدایت یعنی قرآن مرحمت فرمایا گیا۔ ارشاد خداوندی ہے:

’’شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس وبینات من الھدیٰ والفرقان فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ۔‘‘ (البقرہ)

ترجمہ: ’’رمضان وہ مہینہ ہے جس میں نازل کیا گیا قرآن جو انسانوں کے لیے ہدایت ہے اور ہدایت کی واضح دلیل اور حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا ہے لہٰذا جو شخص اس مہینہ کو پائے تو اُس کے روزے ضرور رکھے۔‘‘

> روزہ سے جہاں روح کو طاقت ملتی ہے وہیں اس سے بدن کی بھی اصلاح ہوتی ہے

روزہ کی مصلحتیں:

(۱) ہمیں اس بات پر یقین کامل ہے کہ روزہ کی فرضیت میں بہت سی حکمتیں و مصلحتیں پوشیدہ ہیں اگرچہ ہمارا نارسا ذہن ان تمام اسرار وحکم اور مصالح تک نہ پہنچ سکے البتہ بعض حکمتیں جو سمجھ میں آرہی ہیں انہیں یہاں بیان کیا جارہا ہے۔

اس سلسلے میں ہمیں سب سے پہلے خود اپنے وجود پر غور کرنا چاہئے کہ انسان کی اصل حقیقت کیا ہے۔ کیا انسان گوشت و پوست اور ہڈی چمڑے کے اس ظاہری مجموعہ کا نام ہے یا اس کی حقیقت اس ظاہری ڈھانچہ کے علاوہ کچھ اور ہے۔ ظاہر ہے کہ صرف اس ظاہری ڈھانچہ کو انسان کبھی نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ اس صورت میں انسان سے زیادہ حقیر اور کم درجہ کی کوئی اور مخلوق نہ ہوگی حالانکہ انسان اشرف مخلوقات اور خلاصۂ کائنات ہے۔ اس لیے لازمی طور پر یہ ماننا ہوگا کہ انسان اس ظاہری شکل وصورت کا نام ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ کسی اور ہی چیز کا نام ہے جس کی بنا پر وہ تمام مخلوقات میں ایک امتیازی مقام رکھتا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کون سی چیز ہے جس کے ذریعہ انسانیت کا وجود متحقق ہوتا ہے تو نفسِ انسانی میں غور وفکر کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ درحقیقت انسان ایک جوہر روحانی کا نام ہے جس کے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے غور وفکر کی استعداد وصلاحیت پیدا کر رکھی ہے جس کے ذریعہ وہ نہ صرف سمجھتا بوجھتا ہے بلکہ پوری کائنات پر حکومت کرتا ہے اور اسی امتیازی وصف کی بناء پر مسجود ملائکہ بنایا گیا۔ چنانچہ قرآن حکیم اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

’’اذقال ربّك للملائکۃ انی خالق

بشرًا من طین فاذا سوّیتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ سٰجدین۔‘‘

(سورہ ص)

ترجمہ: ’’جب کہا تمہارے رب نے فرشتوں سے میں بناتا ہوں ایک انسان مٹی کا۔ پھر جب ٹھیک بنا چکوں اور پھونکوں اس میں اپنی رُوح سے تو تم جھک پڑو سجدہ میں۔‘‘

چونکہ خواہشاتِ نفسانیہ کو دبانے سے قوتِ روحانیہ کو تقویت حاصل ہوتی ہے روزہ میں خواہشِ بطن وفرج کی شکست و ریخت ہوتی ہے۔ اس لیے لازمی طور پر روحانیت کو قوت وطاقت ملے گی اور اسی جوہر روحانی سے آدمی انسان کہلاتا ہے تو گویا روزہ کے ذریعہ انسانیت کی تشکیل وتکمیل ہوتی ہے۔

(۲) روزہ سے جہاں روح کو طاقت ملتی ہے وہیں اس سے بدن کی بھی اصلاح ہوتی ہے اس لیے کہ اکثر امراض معدہ کی خرابی کی بناء پر پیدا ہوتے ہیں (چنانچہ کہا جاتا ہے ’’المعدۃ ام الامراض‘‘ معدہ بیماریوں کی جڑ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ ’’ما ملاء ابن آدم وعاء شرا من بطنہ‘‘ انسان کے لیے سب سے خراب بات اپنے شکم کو پُر کرنا ہے۔ لہٰذا جب پیٹ کا بھرنا۔ امراض اور بیماریوں کا پیش خیمہ ہے، تو اس کا علاج یہ ہے کہ پیٹ کو خالی رکھا جائے اور روزہ کے اندر یہی بات ہے کہ پیٹ کو خالی رکھا جاتا ہے۔ جس سے بدن کی اصلاح ہو جاتی ہے اور آدمی بہت سے امراض سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

(۳) روزہ کا ایک اہم فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ سے آدمی کے اندر صبر و استقامت کی قوت پیدا ہوتی ہے (جو انسان کے لیے بڑی خوبی کی چیز ہے) روزہ دار کے سامنے عمدہ اور مرغوب غذائیں ٹھنڈا اور شیریں پانی رکھا رہتا ہے مگر ان کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا حالانکہ بظاہر اس کو ان چیزوں کے استعمال کرنے سے کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ لیکن اس کا ضمیر اس کے لیے تیار نہیں ہوتا کہ وہ اپنے روزہ کو برباد کر کے خدا کے غضب کا مستحق بنے، ایک مہینہ کی یہ مشق وتمرین لامحالہ انسان کے اندر استقلال واستقامت کی طاقت پیدا کرے گی۔ چنانچہ ماہرین نفسیات نے اپنے علم وتجربہ کی بنیاد پر یہ بات کہی ہے کہ روزہ سے زیادہ ارادوں میں پختگی اور عزائم میں پائیداری پیدا کرنے والی کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور خاص جوانوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے:

’’یا معشر الشباب من استطاع منکم بائۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء۔‘‘ (بخاری شریف)

ترجمہ: ’’اے جوانو! تم میں سے جس کے اندر استطاعت ہو وہ ضرور نکاح کرے اس لیے کہ نکاح نگاہوں کو پست رکھنے والا اور فرج کی حفاظت کرنے والا ہے اور جو نکاح کی طاقت نہیں رکھتا وہ اپنے اوپر روزہ کو لازم کر لے اس لیے کہ روزہ اس کے لیے بندش کا کام دے گا۔‘‘

ایک موقع پر اسی مضمون کو یوں بیان فرمایا:

’’لکلّ شیءٍ زکوٰۃ وزکوٰۃ الجسد الصوم، والصوم نصف الصبر۔‘‘

ترجمہ: ’’ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے اور روزہ نصف صبر ہے۔‘‘

اس حدیث پاک میں روزہ کو نصف صبر اس لیے فرمایا گیا ہے کہ انسان کے اندر تین قوتیں ہیں ایک قوت شہوانی، دوسری قوت غضبی اور تیسری قوت روحانی اور روزہ سے انسان قوت شہوانی پر غالب آجاتا ہے تو گویا اُسے نصف صبر حاصل ہو گیا۔

(۴) اسلام صرف نام ونمود کا مذہب نہیں ہے بلکہ یہ دین جہاد ہے:

شہادت گلفت مشکل مکھنے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

اور جہاد کے لیے صبر واستقامت ایک لازمی چیز ہے۔ لہٰذا جو شخص اپنی ذات کے مقابلہ میں جہاد نہیں کر سکتا وہ اپنے دشمن سے کیا مقابلہ کرے گا اور جس کا اپنے نفس پر قابو نہیں چلتا وہ اپنے دشمن کو کیونکر زیر کرے گا اور جسے ایک دن کی بھوک و پیاس پر صبر نہیں ہوتا وہ گھر بار چھوڑنے پر کیسے صبر کرے گا۔ اس لیے سال میں ایک ماہ کے روزے کا حکم دے کر صبر و استقامت کی تمرین کرائی جاتی ہے تاکہ آدمی جہاد کے لیے تیار ہو جائے۔

(۵) روزہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی قدر ومنزلت کا عرفان پیدا ہوتا ہے کیونکہ ’’تعرف الاشیاء باضدادھا‘‘ جب تک آدمی کو بھوک و پیاس کی شدّت کا احساس نہ ہو اُسے کھانے پینے کی سچی قدر کیا ہوگی اور جب ان نعمتوں کی قدر ومنزلت کی

معرفت حاصل ہوگی تو اس کا زیادہ سے زیادہ حق ادا کرنے کی کوشش کرے گا تو اس طرح روزہ اللہ تعالیٰ کے شکر اور اس کی عبادت پر آمادہ کرنے میں ایک قوی اثر رکھتا ہے۔ اسی لیے ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر کو غنا پر ترجیح دی۔ چنانچہ ارشاد ہے:

”عرض علیّ ربی لیجعل لی بطحاء مکة ذهبا قلت لا یارب ولکن اشبع یوما واجوع یوما فاذا جعت تضرعت الیک وذکرتک واذا شبعت شکرتک وحمدتک۔“ (ترمذی)

ترجمہ: ”مجھ پر میرے رب نے یہ بات پیش کی کہ میرے لیے بطحاء مکہ سونا بنا دیا جائے تو میں نے عرض کیا اے میرے رب مجھے اس کی ضرورت نہیں، میں تو ایک دن آسودہ شکم رہوں گا اور ایک دن بھوکا رہوں گا۔ جس دن بھوکا رہوں گا آپ سے تضرع کروں گا اور آپ کو یاد رکھوں گا۔ اور جس دن آسودہ رہوں گا آپ کا شکر اور حمد کروں گا۔“

(۶) پھر روزہ کی وجہ سے جب آدمی بھوک و پیاس کی شدت کو محسوس کرتا ہے تو اس کے اندر غرباء و مساکین کی تکلیف کا احساس بیدار ہوجاتا ہے۔ کیونکہ ناز و نعمت میں پلا ہوا جس نے بھوک و پیاس کی تکلیف کبھی برداشت نہ کی ہو۔ اُسے بھوکوں، پیاسوں کی حالت زار اور اذیت کا کیا علم ہوگا۔ لیکن روزہ کی وجہ سے جب اُسے بھوک کی اذیت کا ذاتی تجربہ ہوتا ہے تو پھر اس کے اندر یہ جذبہ پیدا ہوگا، کہ غریبوں اور ناداروں کی امداد و اعانت کرکے انھیں اس تکلیف و اذیت سے بچائے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اربابِ سیر لکھتے ہیں کہ حیاتِ طیبہ کے آخری دور میں جب اموال فئی کی وجہ سے آپ کی تنگدستی دور ہوگئی تھی اس زمانہ میں آپ نے روزوں کی تعداد میں زیادتی فرمادی تھی۔ اور جب آپ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا کہ: ”روزہ اس لیے رکھتا ہوں تاکہ غریبوں کو بھول نہ جاؤں۔“

(۷) اور ان سب مصالح کے علاوہ سب سے اہم بات جو روزہ سے حاصل ہوتی ہے وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کردینا ہے اور یہ تسلیم اور خودسپردگی ہر عبادت کا حاصل اور خلاصہ ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

”سمعنا واطعنا غفرانك ربّنا والیك المصیر۔“ (البقرہ)

ترجمہ: ”ہم نے سنا اور قبول کیا، تیری بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے رب اور تیری طرف لوٹ کر جانا ہے۔“

”ان صلاتی و نسکی ومحیای و مماتی لِلّٰہِ ربّ العٰلمین۔“

ترجمہ: ”یقیناً میری نماز اور میری دیگر عبادتیں اور میری حیات اور موت سب اللہ ہی کے لیے ہے۔“

اور یہ تسلیم و رضا روزہ کے ذریعہ یوں حاصل ہوتی ہے کہ روزہ دار کے سامنے اس کی مرغوبات موجود ہیں جن کے استعمال پر وہ قدرت بھی رکھتا ہے اور ان کے استعمال کی اُسے شدید خواہش بھی ہوتی ہے۔ لیکن وہ محض اللہ کی رضا کے لیے انھیں ہاتھ نہیں لگاتا اور ان کے استعمال سے رُکا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزہ کو بطور خاص اپنی جانب منسوب فرمایا ہے:

”کل عمل ابن آدم له الا الصیام فانه لی وانا اجزیٰ به یدع طعامه من اجلی ویدع شرابه من اجلی ویدع لذته من اجلی ویدع زوجته من اجلی۔“

(ابن خزیمہ)

ترجمہ: ”انسان کا ہر عمل اس کے لیے ہے البتہ روزہ یہ خاص میرے لیے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا وہ میرے لیے اپنا کھانا چھوڑ دیتا ہے میرے لیے اپنا پینا چھوڑ دیتا ہے، میرے لیے اپنی لذّت چھوڑ دیتا ہے اور میرے لیے اپنی بیوی کو چھوڑ دیتا ہے۔“

روزہ کی مشروعیت سے مقصود انسان کو تنگی اور دشواری میں مبتلا کرنا نہیں ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ روزہ کی فرضیت کے بعد اس حکمت کو بیان کرتے ہیں:

”یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العُسر۔“ (البقرہ)

ترجمہ: ”اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی اور نہیں چاہتا ہے تم پر دشواری۔“

بلکہ روزہ سے مقصود روحانیت کو قوی کرنا ارادہ میں استحکام پیدا کرنا اور صبر و رضا کا خوگر بنانا جسم کو امراض سے بچانا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی انسان کے دل میں قدر و منزلت پیدا کرنا ہے۔

خدائے رحیم و کریم ہمیں اس ماہِ خیر و برکت کی کما حقہ قدر کی توفیق بخشے اور اس کی بے پایاں نعمتوں سے حصۂ وافر عطا فرمائے۔

رمضان المبارک کیسے گزاریں؟

ایک جامع رہنمائی

مفتی ابوغزالی عبدالواحد، گوجرانوالہ

رمضان المبارک اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت، مغفرت و رحمت کا مہینہ اور اپنی زندگی سنوارنے کا بہترین موقع ہے۔ اس مبارک مہینے کو صحیح طور پر گزارنے کے لیے درج ذیل امور کا اہتمام کریں:

نیت اور تیاری:

۱:... سب سے پہلے اپنی نیت کی اصلاح کریں۔

۲:... اللہ تعالیٰ سے رمضان کی قدردانی کی توفیق مانگیں۔

۳:... دل سے رمضان کے استقبال کے لیے تیار ہوجائیں۔

۴:... تمام گناہوں سے سچی توبہ کریں۔

۵:... دنیاوی مشاغل اور غیر ضروری مصروفیات کم کریں۔

۶:... عبادات اور معمولات کے لیے باقاعدہ نظام الاوقات بنائیں۔

ظاہری و باطنی حفاظت:

۷:... آنکھوں اور کانوں کی حفاظت کریں۔

۸:... زبان کو جھوٹ، غیبت، چغلی اور فضول باتوں سے بچائیں۔

۹:... لایعنی گفتگو اور بے فائدہ مشاغل سے اجتناب کریں۔

۱۰:... بے ہودہ اور غیر ساتر لباس سے بچیں۔

۱۱:... موبائل فون کا استعمال صرف بقدر ضرورت رکھیں۔

صحبت اور ماحول:

۱۲:... بری صحبت سے بچیں اور نیک لوگوں کی صحبت اختیار کریں۔

۱۳:... پارکوں اور بازاروں کے بجائے مساجد اور خانقاہوں میں زیادہ سے زیادہ وقت گزاریں۔

۱۴:... علماء کرام کے دروس میں شرکت کریں اور ان کی قدر کریں۔

علم اور مطالعہ:

۱۵:... مستند دینی کتب کا مطالعہ کریں۔

۱۶:... کم از کم آسان ترجمہ قرآن یا مستند تفسیر کا ایک دور مکمل کریں۔

۱۷:... اکابر علماء کی رمضان سے متعلق کتب کا مطالعہ کریں۔ جس میں ''اکابر کا رمضان'' ایک بار ضرور پڑھ لیں۔ تالیف شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ۔

۱۸:... ضروری دینی مسائل سیکھنے کا اہتمام کریں۔

۱۹:... ہر روز کچھ نہ کچھ نیا دینی علم حاصل کریں۔

عبادات کا اہتمام:

۲۰:... تلاوت قرآن کریم کی کثرت کریں۔

۲۱:... مسنون دعائیں یاد کریں اور موقع محل پر پڑھنے کا اہتمام کریں۔

۲۲:... چلتے پھرتے ذکر اللہ کرتے رہیں۔

۲۳:... درود شریف کی کثرت کریں۔

۲۴:... پنج وقتہ نماز باجماعت ادا کریں۔

۲۵:... نوافل کا اہتمام کریں تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضو، اشراق، چاشت، اوابین۔

۲۶:... سحری میں کچھ پہلے بیدار ہوکر تہجد پڑھیں۔

۲۷:... بوقت افطار خصوصی طور پر دعاؤں کا اہتمام کریں۔

۲۸:... جمعہ کے دن اول وقت مسجد جاکر پورا بیان سنیں۔

۲۹:... صلاۃ التسبیح ادا کریں۔ سورت کہف پڑھ لیں۔

اخلاق اور معاملات:

۳۰:... صبر، نرمی اور حسن اخلاق اپنائیں۔

۳۱:... ہر قسم کے گناہوں سے دور رہیں۔

۳۲:... ملازمین پر کام کا بوجھ ہلکا کریں۔

۳۳:... دعوتوں اور ملاقاتوں کو محدود رکھیں۔

۳۴:... ضرورت مندوں، رشتہ داروں اور پڑوسیوں کا خاص خیال رکھیں۔

۳۵:... حسب استطاعت روزانہ صدقہ وخیرات کریں۔

۳۶:... مرحومین کے لیے سنت کے مطابق ایصالِ ثواب کرتے رہیں۔

خصوصی اعمال:

۳۷:... رمضان کو اپنی زندگی میں تبدیلی کا نقطہ آغاز بنائیں۔

۳۸:... اپنی زندگی کا یہ رمضان آخری سمجھ کر گزاریں۔

۳۹:... نفس کو تقویٰ کا پابند بنائیں۔

۴۰:... اگر استطاعت ہو تو عمرہ ادا کریں۔

۴۱:... آخری عشرے میں عبادت کا مزید اہتمام کریں۔

۴۲:... اگر کوئی عذر نہ ہو تو اعتکاف کریں۔

۴۳:... روزانہ اپنا محاسبہ کریں۔

۴۴:... دل کو بغض، کینہ، حسد اور تکبر سے پاک کریں۔

۴۵:... صدقہ عیدالفطر عید کی نماز سے پہلے ادا کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان المبارک کی قدر پہچاننے اور اسے ویسے ہی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے، جیسے اس کا حق ہے۔

(آمین یارب العالمین)

حاجی نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ کا وصال

گزشتہ دنوں بنوری ٹاؤن تبلیغی جماعت کے امیر حضرت حاجی نذیر احمد مرحوم مختصر علالت کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپؒ انڈیا ضلع گرداسپور تحصیل بٹالہ میں ۱۹۳۱ء میں پیدا ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد ہجرت کر کے فیصل آباد آ گئے تھے۔ وہاں دو سال قیام کے بعد کراچی آ گئے۔ صدر کے علاقہ میں سینٹ پیٹرک اسکول سے میٹرک مکمل کیا اور اے او آر ایس ایم لاء کالج سے گریجویشن کی ڈگری حاصل کی۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد کے ڈی اے جوائن کیا۔

۱۹۷۰ء۔ ۱۹۷۱ء میں نیو ٹاؤن محلہ مولوی کمپاؤنڈ میں حضرت والد صاحب (مولانا عبدالرزاق لدھیانویؒ) کے ساتھ مل کر دو پلاٹ خریدے، الحمدللہ! حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ کی دعاؤں کی بدولت کچھ عرصہ بعد دونوں پلاٹ پر تعمیراتی کام کا سلسلہ از خود اپنے ہاتھوں سے شروع کیا۔ رفتہ رفتہ تعمیرات کا سلسلہ چلتا رہا۔ حضرت اباجیؒ اور ہمارے چچا جان نذیر احمدؒ نے اپنے ہاتھوں سے سیمنٹ بجری تیار کر کے بلاکوں کی چنائی کی۔ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ سے بھی قلبی تعلق پیدا ہو گیا۔ مسجد کے حوض کے پاس دینی حلقہ لگتا، اہل محلہ نمازوں کے بعد تعلیم کے حلقہ میں جڑنے لگے۔ رفتہ رفتہ تعلیم کا سلسلہ وسیع ہو گیا۔ اس دینی تبلیغی حلقہ کو امام اہلسنت جامعہ کے سابق مہتمم حضرت مفتی احمد الرحمٰنؒ نے بہت سراہا۔ حاجی صاحبؒ نے ساری زندگی دعوت وتبلیغ میں صرف کر دی۔ محلہ محلہ، قریہ قریہ، بستی بستی جا کر امر بالمعروف نہی عن المنکر کا درس دیتے رہے۔ لوگوں کو اچھائی کی طرف بلانا بُرائی سے روکنا آپؒ کا خاص الخاص شیوہ تھا۔

حاجی نذیر احمد مرحومؒ ان لوگوں میں سے تھے کہ جنہوں نے ساری زندگی عملی طور پر لوگوں کو اللہ کے راستہ پر چلانے میں گزار دی۔ وہ ہمیں سکھا گئے کہ زندگی کا سکون مال و دولت میں نہیں، نماز کے سجدوں میں ہوتا ہے۔ سکون دنیاداری میں نہیں بلکہ سکون اور اطمینان والی زندگی اللہ کے راستے میں نکل کر دین سیکھنے میں ہے۔ اس سلسلہ میں جامعہ کے طلبا کو کبھی مکی مسجد، کبھی مدنی مسجد شبِ جمعہ کے لئے تیار کر رہے ہیں۔ کبھی غیر ملکی طلبا کو بیرون پیدل کی جماعت کے لئے تیار کرنے میں ہمہ وقت کوشاں ہیں۔ سالانہ کراچی تبلیغی اجتماع ہو یا رائے ونڈ کا سالانہ اجتماع، اسی کوشش میں رہتے کہ طلبا کی چھٹیاں ضائع نہ ہوں۔ آپؒ کی برکت سے بے شمار لوگ راہِ راست پر آ گئے۔ بے نمازی جماعت سے نماز پڑھنے والے بن گئے۔ آپؒ نے جماعتوں کی جماعتیں لے کر باہر ممالک کے بے شمار اسفار کئے ہیں۔ سال کی پیدل جماعتوں میں خود بھی شریک ہوتے، خاص کر نوجوان طبقہ کو تیار کرتے رہتے، یہ سارا نیکی کا کام آپؒ کے لئے صدقہ جاریہ بن چکا ہے۔ آپؒ نہایت متقی، پرہیزگار، تہجد گزار تھے۔ (حافظ محمد طیب لدھیانوی)

زکوٰۃ کے جدید مسائل

مفتی محمد سلمان مظاہری

زکوٰۃ کا حکم اور اس کی حکمت:

زکوٰۃ ایک ایسا مالی فریضہ اور عبادت ہے، جو پچھلے تمام انبیاء اور ان کی شریعتوں میں ایک اہم دینی فریضہ کی حیثیت سے جاری رہا ہے؛ اگرچہ نصابِ زکوٰۃ، مقدارِ زکوٰۃ اور مصرفِ زکوٰۃ کی صورتیں مختلف رہی ہیں، مگر اللہ کی راہ میں اپنے مال کا کچھ حصہ خرچ کرنے کی قدرِ مشترک سب میں یکساں ہے۔

قرآنِ مجید کا بیان ہے کہ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام نے اعلان فرمایا: ’’واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیّا‘‘ کہ مجھے زندگی بھر اقامتِ صلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ کی ہدایت کی گئی ہے۔

اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں قرآنِ پاک کا بیان ہے کہ وہ بھی اپنے اہل وعیال کو زکوٰۃ کا حکم دیا کرتے تھے: ’’کان یامر أھلہ بالصلوٰۃ والزکوٰۃ۔‘‘

چناں چہ اللہ جل جلالہ عم نوالہ نے انسانی معاشرے کی سدھار اور فلاح کے لئے زکوٰۃ کے حکم کو، جس طرح سے تمام شریعتوں میں نافذ کیا؛ اسی طرح خصوصیت کے ساتھ قرآنِ مجید نے بھی تقریباً ۲۸ مقامات پر زکوٰۃ کو اسلام کے رکنِ اول نماز کے ساتھ ذکر کیا ہے، اور کیوں نہ ہو کہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے بجائے مال کے اندر کمی واقع ہونے کے مال مزید بڑھتا ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی سے مال بڑھتا ہے:

’’وما اٰتیتم من زکوٰۃ تریدون وجہ اللہ فاولئک ھم المضعفون۔‘‘

(روم:۳۹)

ترجمہ: ’’اور جو زکوٰۃ تم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی نیت سے دیتے ہو تو، یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کو کئی گنا بڑھا لیتے ہیں۔‘‘

اس آیتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ ادا کرنے سے بظاہر ہمیں کچھ مال کم ہوتا ہوا محسوس ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے درحقیقت مال میں اضافہ ہوتا ہے، کمی نہیں ہوتی۔

احادیث میں زکوٰۃ کا حکم:

احادیث کریمہ میں بھی آقائے نامدار تاجدارِ مدینہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو زکوٰۃ ادا کرنے کی ترغیب دی ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا: ’’کہ جس شخص نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی، اس نے اس کے شر کو دور کردیا۔‘‘

(کنز العمال، مجمع الزوائد ۳/ ۶۳)

ایک اور حدیث میں ہے کہ: ’’وما منع قوم الزکوٰۃ الا ابتلاھم اللہ بالسنین۔‘‘

(المعجم الاوسط:۴۵۷۷)

ترجمہ: ’’جب کوئی قوم زکوٰۃ ادا نہیں کرتی، تو اللہ تعالیٰ ان پر قحط سالی مسلط فرمادیتا ہے۔‘‘

قرآن وحدیث کی انہی تاکیدات اور تصریحات کے پیشِ نظر فقہاء اور سلفِ صالحین کا زکوٰۃ کے فرض ہونے پر اجماع و اتفاق ہے۔

زکوٰۃ کے فرضیت کی حکمت:

انسانی معاشرے میں کچھ لوگوں کا دولت مند ہونا اور کچھ کا غریب وضرورت مند ہونا نظامِ قدرت اور تقاضۂ فطرت ہے، اس لیے ہر سماج کے لوگوں پر لازم ہے کہ اس کے خوش حال اور مال دار لوگ اپنے ضرورت مند اور غریب بھائیوں کی مدد اور ان کی ضروریات کی تکمیل کے لیے اپنی دولت کا کچھ حصہ اسی مقصد کے لیے نکالیں۔

کیوں کہ زکوٰۃ سماج کے غریب طبقہ کو تحفظ وضمانت عطا کرتا ہے۔ آقائے نامدار تاجدارِ مدینہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب فرمایا ہے کہ اگر تمام لوگ زکوٰۃ ادا کریں تو کسی کو غذا اور لباس سے محروم نہ ہونا پڑے۔

چناں چہ ایک حدیث میں اللہ کے نبی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”انّ اللہ فرض علی الاغنیاء فی اموالھم بقدر ما یکفی فقراء ھم وان جاعوا وعروا وجھدوا فی منع الاغنیاء، فحق علی اللہ ان یحاسبھم یوم القیامۃ ویعذبھم علیہ۔“ (کنزالعمال ۳/۳۰۰)

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ نے اہلِ دولت پر جو زکوٰۃ فرض کی ہے، وہ اتنی مقدار ہے کہ فقراء کے لیے کافی ہو جائے، اگر یہ بھوکے، بے لباس اور پریشان رہیں، تو یہ اغنیاء کے فریضۂ زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وجہ سے ہوگا اور اللہ تعالیٰ کو حق ہے کہ قیامت کے دن ان کا محاسبہ کریں اور ان کو اس پر عذاب دیں۔

چناں چہ مال جہاں انسانی معیشت کی بنیاد ہے، وہاں انسانی اخلاق کے بنانے اور بگاڑنے میں بھی اسے گہرا دخل ہے، بعض دفعہ مال کا نہ ہونا انسان کو غیر انسانی حرکات پر آمادہ کر دیتا ہے، اور وہ معاشرے کی ناانصافی کو دیکھ کر معاشرتی سکون کو غارت کرنے کی ٹھان لیتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات وہ چوری، ڈکیتی، سٹہ اور جوا جیسی قبیح حرکات شروع کر دیتا ہے، کبھی غربت و افلاس کے ہاتھوں تنگ آ کر وہ اپنی زندگی سے ہاتھ دھو لینے کا فیصلہ کر لیتا ہے، اور کبھی فقر و فاقہ کا مداوا ڈھونڈنے کے لیے اپنے دین وایمان کا سودا کر بیٹھتا ہے، اسی بنا پر ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے: ”کاد الفقر أن یکون کفراً۔“ یعنی: فقر و فاقہ آدمی کو قریب قریب کفر تک پہنچا دیتا ہے۔“

یہ تمام غیر انسانی حرکات، معاشرے میں فقر وفاقہ سے جنم لیتی ہیں، اور بعض اوقات گھرانوں کے گھرانوں کو برباد کر کے رکھ دیتی ہیں، ان کا حل تلاشنا معاشرے کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔ جس کا حل زکوٰۃ وصدقات کے ذریعہ خالقِ کائنات نے بتایا ہے اور ان برائیوں کا سدِباب فرمایا ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی میں چند کوتاہیاں:

لیکن زکوٰۃ جتنا بڑا فریضہ ہے اور جتنے بے شمار اس کے فائدے ہیں، اتنی ہی اس کی طرف سے ہمارے معاشرے میں غفلت برتی جارہی ہے، چناچہ شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ نے اس اہم فریضہ سے غفلت برتے جانے کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

”بہت سے لوگ اس وجہ سے زکوٰۃ ادا نہیں کرتے کہ ان کے دلوں میں اسلام کے فرائض، واجبات اور ارکان کی اہمیت ہی نہیں ہے، جو پیسہ آرہا ہے آنے دو غنیمت ہے اور اس کو اپنے ہی کاموں میں خرچ کرتے رہو، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی ایسا بننے سے حفاظت فرمائے، آمین۔“

زکوٰۃ ادا کرنا کمالِ ایمان کی دلیل:

معجم کبیر کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”اِنّہ مِن تَمامِ اِسلامِکم اَن تؤدوا زَکاۃَ اَموالِکم۔“ (معجم الکبیر ۱۸/۸)

ترجمہ: ”تمہارے اسلام کے مکمل ہونے میں یہ بات شامل ہے کہ تم اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرو۔“

مگر کچھ لوگ ایسے ہیں جو یہ سوچتے ہیں کہ ہم تو دینی کاموں کے لیے پیسے دیتے رہتے ہیں، کبھی کسی کام کے لیے اور کبھی کسی کام کے لیے، لہٰذا ہماری زکوٰۃ تو خود بخود نکل رہی ہے، اب الگ سے زکوٰۃ نکالنے کی کیا ضرورت ہے؟

اور بعض لوگ وہ ہیں جن کو یہ پتہ ہی نہیں کہ زکوٰۃ کس وقت فرض ہوتی ہے، وہ لوگ زکوٰۃ کے احکام سے ناواقف ہیں، ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ زکوٰۃ کس شخص پر فرض ہوتی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے ذمے زکوٰۃ فرض ہی نہیں ہے، حالاں کہ ان پر زکوٰۃ فرض ہے۔ وہ ایسا اس لیے سمجھ رہے ہیں کہ ان کو صحیح مسئلہ معلوم نہیں کہ کس شخص پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، اس کے نتیجے میں وہ لوگ زندگی بھر زکوٰۃ کی ادائیگی سے محروم رہتے ہیں۔ (اصلاحی خطبات ۱۴/۲۹۲)

بقول شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے، امت کا ایک بڑا طبقہ زکوٰۃ کے احکام سے ہی ناواقف ہے، جس کی وجہ سے وہ اس اہم فریضہ کی ادائیگی سے محروم رہتے ہیں، چناں چہ وقت کی اہم ضرورت ہے کہ امتِ مسلمہ کو اس اہم فریضہ سے کما حقہ آگاہ کیا جائے اور خصوصاً جدید مسائل سے متعلق جو زکوٰۃ کے احکام ہیں ان سے امت کو روشناس کرایا جائے۔“

زکوٰۃ کی بنیادی چار چیزیں:

زکوٰۃ کے اہم اور بنیادی مسائل سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل چار چیزوں کو سمجھنا ضروری ہے۔

(۱).....اشیائے زکوٰۃ۔

(۲).....نصابِ زکوٰۃ۔

(۳).....شرائطِ زکوٰۃ۔

(۴).....مصارفِ زکوٰۃ۔

(اگر کسی شخص کی ملکیت میں ساڑھے باون تولے (۶۱۲.۳۵ گرام) چاندی یا ساڑھے سات تولے (۸۷.۵ گرام) سونا ہے، یا اتنی مالیت کا نقد روپیہ ہے یا پھر اتنی مالیت کا مالِ تجارت ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔

اگر کسی شخص کے پاس کچھ چاندی ہو، کچھ سونا ہو یا کچھ روپیہ یا کچھ مالِ تجارت ہو اور ان سب کی مجموعی مالیت ساڑھے باون تولے (۶۱۲.۳۵ گرام) چاندی کے برابر ہو تو اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہوگی۔)

شرائط زکوٰۃ:

(۱) سال گزر چکا ہو، (۲) مالی واجبات سے زائد ہو۔ (۳) بطورِ تملیک دی جائے۔

(۱) سال گزر چکا ہو۔ (ہر ہر چیز پر سال گزرنا ضروری نہیں، بلکہ سال کے پہلے اور آخری دن نصاب کا پورا ہونا کافی ہے، بیچ کے اونچ نیچ کا اعتبار نہیں۔

(۲) مالی واجبات سے زائد ہو۔ (قرض، ادھار پر لی ہوئی چیز کی موجودہ واجب الاداء قسطیں منہا کر کے جو بچے اس پر زکوٰۃ لازم ہوگی)۔

(۳) بطورِ تملیک دی جائے۔ (یعنی مالکانہ حقوق کے ساتھ کسی مستحق کے سپرد کی جائے۔ محض استعمال کے لیے دینے یا قرض معاف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی)۔

مصارفِ زکوٰۃ:

انسانی معاشرے کے دو طبقے ہیں:

پہلا طبقہ: جس کے پاس چار قابل زکوٰۃ چیزوں کا مجموعہ بقدر نصاب (۶۱۳) گرام چاندی ہو۔

دوسرا طبقہ: جس کے پاس چار قابل زکوٰۃ چیزوں کا مجموعہ ملا کر بھی چاندی کے نصاب کے برابر نہ ہو۔

۱۔ پہلے پر زکوٰۃ دینا فرض ہے۔

۲۔ دوسرے کے لئے زکوٰۃ لینا جائز ہے۔

مصرفِ زکوٰۃ:

انسانی معاشرے کا دوسرا طبقہ جو غربت کی شرعی لکیر سے نیچے جیتا ہے۔ بشرطیکہ:

1۔ غیر مسلم نہ ہو۔ (غیر مسلم کو صرف نفلی صدقہ دیا جاسکتا ہے)۔

2۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان (یعنی ہاشمی، سید) سے نہ ہو۔

3۔ زکوٰۃ دینے والے کا قریبی رشتہ دار یا قریبی تعلق دار نہ ہو۔

قریبی رشتہ دار:

جن سے انسان پیدا ہوا: والد، والدہ، دادا، دادی، نانا، نانی۔ (اصول)۔

یا جو انسان سے پیدا ہوئے: بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی (فروع)۔

قریبی تعلق دار:

میاں بیوی (ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے)۔

رئیل اسٹیٹ پر زکوٰۃ:

مسئلہ نمبر 1: مکان یا پلاٹ فروخت کرنے کی نیت سے خریدنا:

اگر کسی شخص نے کوئی مکان یا پلاٹ فروخت کرنے کی نیت سے خریدا ہے یعنی اس نیت سے خریدا ہے کہ میں اس مکان یا پلاٹ کو فروخت کر کے اس سے نفع کماؤں گا، تو اس صورت میں اس مکان یا پلاٹ کی کل مالیت پر زکوٰۃ واجب ہوگی، اگر صرف رہائش کی نیت سے خریدا ہے، تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

اس کے برخلاف اگر کسی شخص نے کوئی مکان یا پلاٹ فروخت کرنے کی نیت سے تو نہیں خریدا تھا؛ لیکن بعد میں فروخت کرنے کا ارادہ ہوگیا تو جب تک اس کو فروخت نہ کر دیا جائے اس وقت تک اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ (ہدایہ:۱/۱۶۷)

مسئلہ نمبر 2: مکان یا پلاٹ کو کرایہ پر دینے کی نیت سے خریدنا:

اگر کسی شخص نے کوئی مکان یا پلاٹ اس نیت سے خریدا ہے کہ میں اس مکان یا پلاٹ کو کرایہ پر دے کر اس سے آمدنی حاصل کروں گا، تو اس صورت میں مکان یا پلاٹ کی کل مالیت پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، بل کہ جو کرایہ آئے گا وہ اگر نصاب کو پہنچے تو اس پر ڈھائی فیصد کے حساب سے زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (طحطاوی:۳۸۹)

مسئلہ نمبر 3: زمین خرید کر اس پر مکان بنا کر بیچنا:

سوال: ایک شخص زمین خرید کر اس پر مکان بنا رہا ہے اور اس کی نیت مکان بنا کر بیچنے کی ہے، تعمیری کام ابھی مکمل نہیں ہوا ہے، تو اس مکان کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے یا نہیں؟

جواب: مکان چوں کہ تجارت کی نیت سے بنایا جارہا ہے، اس لئے اس کا شمار مالِ تجارت میں ہوگا، مکان کی موجودہ حالت کے

اعتبار سے قیمت متعین کرکے اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔(فتاویٰ رحیمیہ ۷/۱۵۹)

فلیٹ خریدنے کے لئے پیشگی دی گئی رقم پر زکوٰۃ کا حکم:

ایک شخص کسی بلڈر سے فلیٹ بک کراتا ہے، اور کچھ رقم پیشگی مالک (بلڈر) کو ادا کرتا ہے، مثلاً پچیس لاکھ روپئے کا فلیٹ ہے اور خریدار نے پیشگی تین لاکھ روپئے جمع کرائے، خریدار نے جو پیشگی تین لاکھ روپئے ادا کئے ہیں اس کی زکوٰۃ خریدار پر آئی گی یا بلڈر پر آئی گی؟

جواب:.... اس سلسلہ میں علماء کرام نے یہ لکھا ہے کہ جب خریدار نے تین لاکھ روپئے بلڈر کے حوالے کردیئے، تو اب اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں:

(۱) اگر وہ تین لاکھ روپئے بیعانہ (Advance) اور معاہدۂ بیع کے طور پر ہو تو، اس کی زکوٰۃ ادا کرنا خریدار پر لازم ہے۔ اس لیے کہ ابھی بیع (Contract) تام نہیں ہوئی؛ اسی وجہ سے اگر خریداری کی بات بیچ میں ہی ختم ہوجاتی ہے، تو بلڈر پر اس رقم کی واپسی شرعاً لازم ہے۔

(۲) اگر پیشگی دی گئی رقم یعنی تین لاکھ روپئے بیعانہ (Advance) اور معاہدۂ بیع کے طور پر نہیں ہے؛ بل کہ عقدِ بیع مکمل ہونے کے بعد قیمت کا ایک حصہ دیا گیا ہے، تو اب اس کی زکوٰۃ بائع (بلڈر) پر واجب ہوگی نہ کہ خریدنے والے پر۔(ماخوذ از فتاویٰ قاسمیہ)

کرایہ کی دکانوں یا مکانوں کے ایڈوانس پر زکوٰۃ:

کرایہ کی دکانوں اور مکانوں پر جو ''ایڈوانس'' دیا جاتا ہے اور عقدِ اجارہ کے ختم یا فسخ ہونے پر کرایہ دار کو واپس کیا جاتا ہے، اس پر زکوٰۃ ہے یا نہیں، اور ہے تو کس پر ہے، کرایہ دار پر یا مالک مکان پر؟

اس سلسلہ میں تین قول ہیں:

(۱) پہلا قول بعض علماء کرام کا یہ ہے کہ اس ایڈوانس رقم کی زکوٰۃ مالکِ مکان پر آئی گی کیوں کہ مالکِ مکان اس رقم کا مالک ہو جاتا ہے، لہٰذا زکوٰۃ بھی مالکِ مکان پر ہی آئے گی نہ کہ کرایہ دار پر، کرایہ دار پر اس لئے نہیں آئے گی کہ اس ''ایڈوانس'' رقم پر کرایہ دار کی ملکیتِ تامہ حاصل نہیں ہے۔

(۲) دوسرا قول بعض دیگر علماء کرام کا یہ ہے کہ اس ''ایڈوانس'' رقم کی زکوٰۃ نہ کرایہ دار پر آئے گی نہ ہی مالکِ مکان پر، اس لئے کہ ایڈوانس کی رقم شے مرہون کے مشابہ ہے، اور شے مرہون کی زکوٰۃ نہ راہن پر آتی ہے نہ مرتہن پر۔ لہٰذا اس ایڈوانس رقم کی زکوٰۃ کرایہ دار پر نہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ اس ایڈوانس رقم پر کرایہ دار کا مکمل قبضہ نہیں ہے، اسی طرح اس کی زکوٰۃ مالکِ مکان پر بھی نہیں آئے گی، اس لئے کہ اس ایڈوانس کی رقم پر ملکِ تام نہیں ہے؛ اسی قول کو حضرت اقدس مفتی شعیب اللہ خان صاحب دامت برکاتہم نے اپنی کتاب ''نفائس الفقہ'' میں ترجیح دی ہے۔

(۳) تیسرا قول بعض علما کرام کا جیسے شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ وغیرہ کا یہ ہے کہ ڈیپازٹ کی رقم کی حیثیت مالکِ مکان کے پاس مدتِ اجارہ کے ختم ہونے تک قرض کی ہے، اور ڈیپازٹ کی رقم اس غرض کے لئے ہوتی ہے کہ جب کرایہ دار مکان خالی کرے تو اگر اس نے مکان میں کوئی نقصان کر دیا ہو تو اس کا ضمان اس سے لیا جاسکے، لہٰذا اس ڈیپازٹ کی رقم کو رہن نہیں کہہ سکتے؛ بل کہ یہ قرض ہی ہے، اور اس کی زکوٰۃ کرایہ دار پر آئے گی۔(فتاویٰ عثمانی ۳/۴۲۰)

پیشگی کرایہ کی پوری رقم پر زکوٰۃ:

آج کل مارکیٹ میں اس کا رواج بھی چل پڑا ہے کہ بڑی بڑی دکانوں کے مالک کرایہ دار سے کرایہ طے کرکے ماہانہ کرایہ لینے کے بجائے پیشگی ہی مدتِ کرایہ کی تمام رقم ایک ساتھ لے لیتے ہیں، مثلاً اگر ایک دکان کا کرایہ ماہانہ دس ہزار روپئے ہے اور عام طور پر گیارہ مہینہ کی مدت کے لئے معاہدہ ہوتا ہے، تو اب مالکِ مکان کرایہ دار سے یک مشت پیشگی ہی ایک لاکھ دس ہزار روپئے لے لیتا ہے؛ تاکہ ہر مہینہ کرایہ کے لئے چکر کاٹنا نہ پڑے۔ گیارہ مہینہ کی مدت کے بعد معاہدہ کے حساب سے کرایہ دار مکان یا دکان خالی کردیتا ہے یا مزید مدت کے لیے آپس میں معاہدہ کرلیتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کرایہ دار نے پیشگی کرایہ کی جو رقم یعنی ایک لاکھ دس ہزار روپئے مالکِ مکان کو دیئے ہیں، اس کی زکوٰۃ کس پر لازم ہے؟

اس کے سلسلہ میں فقہاء کرام کا قول یہ ہے کہ پیشگی کرایہ لینے سے مالکِ دکان اس کرایہ کا مالک بن جاتا ہے، کرایہ دار اس سے مطالبہ بھی نہیں کرسکتا، اس لئے اس پیشگی کرایہ کی زکوٰۃ مالکِ دکان پر ہی آئے گی نہ کہ کرایہ دار پر۔(فتاویٰ حقانیہ: ۳/۵۰۷)

(جاری ہے)

جو عقل کا غلام ہو، وہ دل نہ کر قبول

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

سیرت نبوی کا ایک اہم اور مشہور واقعہ معراج کا ہے، جو مشہور روایت کے مطابق رجب میں پیش آیا، معراج کے موقع پر جو باتیں پیش آئیں، ان میں ایک اہم بات یہ تھی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سفر آسمانی سے واپس ہوئے اور اگلی صبح اپنی چچازاد بہن حضرت ام ہانیؓ سے اس کا ذکر فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ آپ یہ قصہ اہل مکہ سے نہیں کہیں؛ کیوں کہ وہ آپ کا مذاق اُڑائیں گے، حضرت اُم ہانی کو خوب اندازہ تھا کہ یہ حقیقت ناشناس لوگ اللہ تعالیٰ کے نظام غیبی کو سمجھنے سے قاصر ہیں، جب وہ اس بات کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے تو بھلا اس بات کا کیا یقین کریں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم سے راتوں رات مکہ مکرمہ سے بیت المقدس اور بیت المقدس سے عالم بالا پر لے جائے گئے؛ اس لئے انہوں نے سوچا کہ اہل مکہ کی طرف سے تمسخر کا ایک دروازہ کھل جائے گا۔

لیکن چوں کہ نبی کے لئے یہ بات ضروری ہوتی تھی کہ ان کو جن غیبی حقائق کو ظاہر کرنے کا حکم دیا جائے، وہ ان کو ظاہر کردیں؛ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ تشریف لے گئے اور اس سفر آسمانی کا اہل مکہ کے سامنے ذکر فرمایا، ہوا وہی جس کا اندیشہ تھا، لوگوں نے ٹھٹھا کیا، مذاق اُڑایا، خود ہنسے، دوسروں کو ہنسایا، تمسخر اور استہزاء کے تیر پر تیر پھینکے، آخر کچھ دشمنان اسلام کو خیال ہوا کہ یہ حضرت ابوبکرؓ کو اسلام کی دعوت سے دُور کرنے کا بہترین موقع اور مناسب وقت ہے؛ چنانچہ انہیں خبر دی گئی، پہلے ان سے حجت تمام کرنے کے لئے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص کہے کہ ایک ہی رات میں اس نے مکہ سے بیت المقدس تک کا سفر طے کیا ہے تو کیا اس پر یقین کرو گے؟ حضرت ابوبکرؓ نے حسب توقع جواب دیا کہ یہ تو بالکل ہی ناقابل یقین بات ہے، مکہ والوں کے لئے اس سے زیادہ خوشی کی کوئی بات نہیں تھی، انہیں یقین ہو گیا کہ اب ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے سب سے بڑے مددگار اور غمگسار کو توڑنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

اس لئے انہوں نے اب ان سے کہا کہ یہ کسی اور کا نہیں؛ بلکہ آپ کے رفیق خاص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بیان ہے، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات کہی ہے تو پھر یہ بات درست ہے؛ کیوں کہ ہم نے کبھی اپنی آنکھوں سے فرشتہ کو نہیں دیکھا؛ لیکن ہم آپ کے کہنے کی وجہ سے اس پر یقین رکھتے ہیں، تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس غیبی سفر کا یقین نہیں کریں، پھر ہوا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور بیت المقدس کے درمیان پردے اُٹھا دیئے گئے، سارے مناظر آپ کی نگاہوں کے سامنے آگئے، حضرت ابوبکرؓ لوگوں کی زبان بندی کے لئے سوالات کرتے گئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا جواب دیتے رہے، یہاں تک کہ معترضین کی زبانیں گنگ ہوگئیں؛ لیکن جن کے دل مریض تھے اور جنھوں نے تہیہ کر رکھا تھا کہ وہ کفر ہی پر قائم رہیں گے اور سچائی کو

> **اللہ تعالیٰ نے جو احکام دیئے، ان کی عقلی حکمت و مصلحت کا ذکر نہیں فرمایا؛ حالاں کہ خدائے حکیم کا کوئی حکم حکمت و مصلحت سے خالی نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ احکام شریعت کو اس لئے ماننا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے؛ اس لئے نہیں کہ یہ ہماری عقل کے مطابق اور ہماری مصلحتوں سے ہم آہنگ ہے**

قبول نہیں کریں گے، ان کی ضد نے انہیں تاریکی سے روشنی کی طرف آنے نہیں دیا، یہ ایک بہت بڑا کردار ہے جو سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قیامت تک آنے والی اُمت کے لئے نمونہ کے طور پر پیش کیا ہے، ان کے اسی عمل نے انہیں ’’صدیق‘‘ کا لقب دلایا، اور اسی باعث اُمت آپ کو صدیق اکبر کے نام سے یاد کرتی ہے۔

یہ واقعہ زبان زد عام و خاص ہے، اور جن لوگوں کو تھوڑی بہت دینی معلومات بھی ہیں، وہ بھی اس سے واقف ہیں، جلسوں میں بارہا یہ واقعہ ذکر کیا جاتا ہے، اور لوگ محبت و عقیدت کے کانوں سے سنتے ہیں؛ لیکن کم لوگ ہیں جو اس واقعہ کی گہرائی پر غور بھی کرتے ہیں، اس واقعہ سے ہم ایمان کی حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انسان کو جہاں بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے، ان میں ایک عقل وفہم بھی ہے، یہ عقل ہی کا کرشمہ ہے کہ انسان فضاء کی بلندیوں کو ناپ رہا ہے، اس نے چاند اور مریخ پر اپنے قدم رکھ دیے ہیں، اور سمندر کی اَتھاہ گہرائیوں کو فتح کرلیا ہے؛ اسی لئے اسے اپنی عقل پر بہت ناز ہے، وہ سمجھتا ہے کہ ہمیں عقل کے فتویٰ پر عمل کرنے کا حق حاصل ہے، عقل جس بات کو قبول کرے، وہ قابل قبول ہے اور جو بات عقل کے لئے ناقابل قبول ہو، وہ ایک واہمہ ہے، جس چیز کو انسان اپنی آنکھوں سے یا اپنی مشینوں سے دیکھ سکے، وہ موجود ہے، اور انسان کی آنکھیں جن چیزوں کا ادراک نہ کرسکیں، ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

لیکن اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ عقل اور مشاہدہ کی سرحدیں جہاں ختم ہو جاتی ہیں، وہاں سے اللہ تعالیٰ کا غیبی نظام شروع ہوتا ہے، اسی غیبی نظام کے تحت ہم خدا پر، وحی کے نظام پر، انبیاء وملائکہ پر، جنت ودوزخ پر اور آسمانی کتابوں پر یقین رکھتے ہیں، بحیثیت مسلمان ہمارا یقین ہے کہ آنکھیں غلط دیکھ سکتی ہیں، زبان چکھنے میں غلطی کرسکتی ہے، ہاتھوں کا ادراک غلط ہوسکتا ہے، ہوسکتا ہے کہ کان سننے میں غلطی کرجائے؛ لیکن جو بات اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے اور جو بات اللہ کے رسول نے کہی ہے، وہ غلط نہیں ہوسکتی، یہ اٹوٹ یقین ہی ایمان کی بنیاد ہے، کوئی شخص کس قدر بھی پابند صلاۃ ہو، زکوٰۃ ہی نہیں، صدقہ وخیرات بھی دیتا ہو، اس نے بار بار حج بھی کئے ہوں، لوگوں کے ساتھ اس کا رویہ بھی بہتر ہو؛ لیکن جو باتیں یقینی طور پر دین کے سرچشموں یعنی قرآن وحدیث سے ثابت ہوں، اگر ایسے کسی چھوٹے سے چھوٹے امر کا انکار کردے تو اعمال کی اس کثرت کے باوجود انسان دولت ایمان سے محروم ہوجاتا ہے۔

اسی لئے قرآن مجید نے بار بار وضاحت کی کہ کسی عمل کے جائز وناجائز ہونے کا معیار یہ نہیں ہے کہ انسان اس کی مصلحت کو سمجھ جائے، اور عقل اس کا ادراک کرلے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ اور اس کے رسول کسی بات کا فیصلہ کردیں تو کسی مسلمان مرد یا عورت کو اس معاملہ میں کسی بات کا اختیار باقی نہیں رہتا، اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، وہ گمراہ ہوگا۔ (الاحزاب:۳۶)

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے جو احکام دیئے، ان کی عقلی حکمت ومصلحت کا ذکر نہیں فرمایا؛ حالاں کہ خدائے حکیم کا کوئی حکم حکمت و مصلحت سے خالی نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ احکام شریعت کو اس لئے ماننا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے؛ اس لئے نہیں کہ یہ ہماری عقل کے مطابق اور ہماری مصلحتوں سے ہم آہنگ ہے، مثلاً اسلام سے پہلے لوگ سمجھتے تھے کہ تجارت کے ذریعہ نفع حاصل کرنے اور سود لینے کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، سود دینے والے کا پیسہ ایک مدت تک سود لینے والے کے پاس رہتا ہے، وہ اسی مدت کا عوض سود کی شکل میں حاصل کرتا ہے، تاجر بھی اپنا پیسہ لگا کر مال خرید کرتا ہے، اور اس کا مال فروخت ہونے میں ایک مدت لگ جاتی ہے، گویا وہ جو کچھ نفع لیتا ہے، وہ اسی مدت کا معاوضہ ہوتا ہے، قرآن مجید اس کی تردید کرنے کے لئے تجارت اور سود کے معاشی فوائد ونقصانات پر روشنی ڈال سکتا تھا؛ لیکن قرآن مجید نے اس کا کوئی ذکر نہیں کیا، اور فیصلہ سنادیا کہ یہ دونوں برابر نہیں ہوسکتے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال رکھا ہے اور سود کو حرام:

’’اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا۔‘‘ (البقرۃ:۲۷۵)

اسی طرح اہل مکہ کہا کرتے تھے کہ یہ کیا بات ہے کہ انسان اپنے ہاتھوں سے جانور ذبح کرے تو وہ حلال، اور جو جانور مردار ہو، جس کو اللہ نے مارا ہو وہ حرام؟ یہ بات ظاہر ہے کہ ذبح کئے ہوئے جانور سے

فاسد خون نکل جاتا ہے، اور وہ انسان کی صحت کے لئے نقصان دہ نہیں ہوتا؛ جب کہ مُردار کے جسم میں فاسد خون رک جاتا ہے، اور اس سے طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہوسکتی ہیں، اس اعتراض کا یہ جواب دیا جا سکتا تھا؛ لیکن قرآن مجید نے ان حکمتوں اور مصلحتوں پر کوئی گفتگو نہیں کی اور صاف طور پر کہہ دیا کہ اللہ کا حکم ہے کہ جس جانور پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اسے کھاؤ:

''فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ'' (الانعام:۱۸۲) اور جس کو اللہ کا نام لے کر ذبح نہ کیا گیا ہو، اسے مت کھاؤ:

''اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ'' (الانعام: ۱۱۹) اور اللہ تعالیٰ نے جب محرمات کا ذکر فرمایا اور اس میں مردار کو شامل رکھا۔

قرآن مجید نے اپنے اس اُسلوب کے ذریعہ ایک اہم حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اگرچہ عقل اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اور اسلام اس سے فائدہ اُٹھانے کی ترغیب دیتا ہے؛ اسی لئے قرآن مجید نے بار بار سوچنے، سمجھنے اور فکر کرنے کی دعوت دی ہے؛ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان عقل کو اپنا معبود بنالے اور جن چیزوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ موجود ہے، ان کے بارے میں بھی عقل کو حاکم تصور کرنے لگے، بہ قول علامہ اقبالؒ:

صبح ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیل نے
جو عقل کا غلام ہو، وہ دل نہ کر قبول

اس وقت مغربی تہذیب کی عالم اسلام اور مسلم نوجوانوں پر جو یلغار ہے، اس کی دو بنیادیں ہیں، ایک یہ کہ جو بات عقل میں آئے، اسے قبول کرو اور جس بات کو ہماری عقل قبول نہیں کرتی، اسے خاطر میں نہیں لاؤ، چاہے وہ بات مذہبی صحیفہ ہی میں کیوں نہ آئی ہو۔

یہ کیا بات ہے کہ مرد کو طلاق کا حق ہو اور عورت کو نہ ہو، یہ کیا ظلم ہے کہ مرد تو ایک سے زیادہ نکاح کرے اور عورتوں کو اس کی اجازت نہیں ہو، یہ کیسا انصاف ہے کہ بیٹے کے مقابلہ میں بیٹی کو آدھا حصہ ملے، ایسا کیوں ہے کہ مردوں اور عورتوں دونوں ایک ہی ماں باپ سے پیدا ہوتے ہیں اور دونوں ہی کے چہرے میں کشش رکھی گئی ہے؛ لیکن مردوں کے لئے تو پردہ ضروری نہ ہو اور عورتوں کے لئے ضروری ہو، اس کا کیا فائدہ ہے کہ قربانی کے لاکھوں جانور ایک ہی دن تہہ تیغ کردیئے جائیں، بجائے اس کے کہ مسلمانوں کی تعلیمی و معاشی پسماندگی کو دُور کیا جائے، حج کے سفر پر کیوں کثیر رقم خرچ کردی جاتی ہے؟ یہ اور اس طرح کے کتنے ہی سوالات ہیں، جو اس بنیاد پر اُٹھائے جاتے ہیں کہ انسان کی عقلِ کوتاہ جب تک کسی بات کو قبول نہ کرلے، وہ اس کو قابلِ قبول نہیں سمجھتا۔

دوسری بنیاد ہے، شہوت پرستی، انسان کو جو بات اچھی لگے، وہ اس کے مطابق عمل کرے، ان کے نزدیک خدا کے قانون کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ انسان کی خواہش میں رکاوٹ پیدا کرے، انسان کو شریعت کا نہیں لذت کا غلام ہونا چاہئے، جس بات سے انسان کو لذت حاصل ہو، انسان اس کو کرنے کے لئے آزاد ہے، آج مغربی دنیا میں کیسے کیسے ناشائستہ اور غیر فطری کاموں کو جواز بخشا جارہا ہے، ہم جنس سے تعلق کی اجازت، ایک ہی جنس کے لوگوں کا آپس میں نکاح، عریانیت کی عمومی اجازت، سود کی حوصلہ افزائی، ان سب کا حاصل یہی ہے کہ انسان کی خواہش پر کوئی کنٹرول نہیں ہونا چاہئے، وہ اپنی خواہشات پر عمل کے لئے آزاد ہے، اور خود اپنی مرضی کا مالک ہے۔

مغربی تہذیب کی یہ دونوں بنیادیں دراصل اسی تصور پر مبنی ہیں کہ انسان کو نظام غیبی کو تسلیم نہیں کرنا چاہئے؛ بلکہ حق و باطل اور صحیح و غلط کے سارے فیصلے خود کرنا چاہئے۔

واقعۂ معراج کے موقع سے حضرت ابوبکرؓ کا اُسوہ ہمیں دعوت دیتا ہے کہ ہم اپنی نسلوں کا مزاج بنائیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور اس کے حکم کو اپنی عقل سے بالاتر سمجھیں، وہ اس بات کا یقین کریں کہ حق و باطل کا پیمانہ نہ انسان کی عقل ہے نہ وہ مصلحت ہے جو احاطہ دماغ میں آجائے، نہ اس کی خواہش و مرضی ہے، نہ اس کا معیار لذت ہے کہ جو چیز باعث لذت ہو اسے لے لیا جائے، اور جو چیز لذت اندوزی میں حارج ہو، اُسے ٹھکرادیا جائے، جب تک ہم مسلمانوں کی نئی نسل کی یہ سوچ نہیں بنائیں گے، مغرب کی طرف سے تہذیبی ارتداد، فکری انحراف اور تشکیکی اندازِ فکر کی جو بیماری لانے کی کوشش کی جارہی ہے، ہم اس کا مقابلہ نہیں کرسکیں گے۔ ۞۞

بڑوں سے بے نیازی.....بربادی کا راستہ

مولانا محمد راشد شفیع

ہر دور میں اُمتِ مسلمہ کو پیش آنے والے فتنوں میں سب سے خطرناک فتنہ یہ رہا ہے کہ لوگ اپنی رہنمائی کے اصل سرچشموں سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ جب اُمت اپنے اکابر، علماء ربانیین، اور وارثینِ انبیاء سے بے نیاز ہو جاتی ہے تو وہ فکری گمراہی، عملی انتشار اور اخلاقی زوال کا شکار ہو جاتی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کسی قوم نے اپنے مخلص، سچے اور دردمند بزرگوں کی پہچان کھو دی، وہ قوم گمراہی کی تاریکیوں میں بھٹکتی رہی۔ اکابر کا مقام محض علمی وفکری برتری کا نام نہیں، بلکہ وہ ایمان، تقویٰ، علم، اخلاص اور اُمت کے درد کا مجموعہ ہوتے ہیں۔ قرآنِ مجید نے ''فَسْاَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ'' کے ذریعے ان کی طرف رجوع کا حکم دیا، آج کا اَلمیہ یہ ہے کہ نئی نسل نہ صرف ان اکابر کی سوانح اور خدمات سے غافل ہے، بلکہ بعض اوقات زبان وقلم سے ان کی توہین وتنقیص بھی ہو رہی ہے۔ اصلاحِ امت کے ہر شعبے میں، ہر تحریک میں، اور ہر خیر کے مرکز میں اکابر کی موجودگی اور راہنمائی ایک مستقل سنتِ الٰہی ہے۔ بدقسمتی سے آج بعض طبقے نہ صرف ان اکابر سے بے نیاز ہو گئے ہیں، بلکہ خود ساختہ فکری لیڈر اور دینی رہنما بن بیٹھے ہیں، جن کا نہ علم معتبر ہے نہ نسبت۔ اکابر سے بے نیازی انسان کو بربادی کے اندھیرے کنویں کی طرف دھکیلتی ہے، کیونکہ یہ رویہ ان عظیم ہستیوں کی عزت ومنزلت کو فراموش کرنے کا باعث بنتا ہے، جو اپنی حکمت، کردار اور کارناموں سے معاشرے کے لیے مشعلِ راہ ہوتے ہیں۔

> **دورِ حاضر میں جتنے بھی علمی، فکری الحاد وگمراہیوں کی بہتات ہے، اُن کی بنیاد اسلاف بیزاری ہی ہے**

مولانا محمد سلمان بجنوری مدظلہ استاذ دارالعلوم دیوبند رقم طراز ہیں:

''دراصل یہ حق وباطل کی ایک رزمِ مسلسل ہے جس کا آغاز اسی وقت ہو گیا تھا جب اللہ کی طرف سے حق اپنی آخری اور کامل ومکمل شکل میں اسلام کے نام سے آیا، اس وقت اسلام کی مخالفت کا ایک سلسلہ تو کفار ومشرکین کی جانب سے براہِ راست شروع ہوا؛ لیکن ایک دوسرا سلسلہ یہود ونصاریٰ کی جانب سے شروع ہوا جو اس قدر کھلا اور سیدھا مقابلہ نہیں تھا؛ بلکہ آج کل کی زبان میں بڑی حد تک پراکسی وار (غیر راست جنگ) کی حیثیت رکھتا تھا؛ لیکن دنیا کے مزاج کے مطابق یہی زیادہ خطرناک اور دوررس تھا۔ یہود و نصاریٰ نے ابتدائی دور میں عمومی طور پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف راست جنگ سے گریز کیا؛ مگر اسلام اور پیغمبرِ اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ اور مسلمانوں میں انتشار پھیلانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ انہوں نے اسی دور سے اسلامی تعلیمات کو نشانہ بنانے، قرآن کے بارے میں شک پیدا کرنے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کو مجروح کرنے کی کوشش ایک مہم کے طور پر جاری رکھی، اس مہم نے تاریخ کے ایک موڑ پر تحریکِ استشراق کی شکل اختیار کی اور اب جہاں کہیں بھی اس ذہنیت کے افراد یا تحریکات سامنے آتی ہیں، وہ اسی تحریکِ استشراق کے برگ وبار اور اسی کلی کی جزئیات ہیں۔ اب ظاہر ہے، ایک مسلسل تحریک کا مقابلہ وقتی اقدامات

سے تو نہیں ہوسکتا؛ اس لیے ضرورت ہے کہ اس میدان میں منصوبہ بندی کے ساتھ جہدِ مسلسل کا آغاز کیا جائے۔‘‘

(ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، جون ۲۰۲۲ء)

موجودہ پُرفتن دور جو بہت ساری دین بیزاری اور منفی چیزوں سے بھرا پڑا ہے، ان میں سب سے خطرناک چیز اکابر پر عدمِ اعتماد ہے، جس کی وجہ سے انسان جہاں گمراہیوں کی تاریک راہوں پر چل پڑا ہے، بلکہ اسی عدم اعتماد کی نحوست ہے کہ قرآن وسنت کی من مانی تشریحات کرنے لگا ہے۔ اکابرِ اُمت ہمیشہ دین کی حفاظت، اُمت کی رہنمائی اور فتنوں کے رد میں مضبوط قلعہ رہے ہیں، ان پر اعتماد اُمت کے دینی استحکام کی علامت اور ان سے وابستگی گمراہیوں سے بچاؤ کی ضمانت تھی، جب سے اس رشتۂ اعتماد کو کمزور کیا گیا، اُمت فکری انتشار اور عملی زوال کا شکار ہونے لگی۔ آج ہر شخص دین کو اپنی عقل، مزاج اور خواہش کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کر رہا ہے، کیونکہ اس کے سامنے کوئی معتبر سند باقی نہیں رہی۔ اکابر سے بے رغبتی کا انجام یہی ہے کہ دین کے بنیادی مسائل بھی اب بحث و تردد کی نذر ہو چکے ہیں، جس راستے پر ہمارے اسلاف چلے، آج اس کو چھوڑ کر ہم خودساختہ راستوں پر چل نکلے ہیں۔ علماء حق اور اہلِ دل کی صحبت چھوڑ کر یوٹیوبی تقاریر اور سوشل میڈیا کے پرکشش مگر کھوکھلے نعرے دین کا معیار بن گئے ہیں۔ دینی افکار اور عقائد کو جب اکابر کی علمی رہنمائی سے ہٹ کر بیان کیا جائے تو اس کا نتیجہ صرف گمراہی اور تفرقہ ہوتا ہے۔ اکابر سے بے نیازی دراصل دین سے بے نیازی ہے، کیونکہ یہی حضرات دین کے اصل نمائندے اور محافظ ہیں، اُمت کی فلاح اسی میں ہے کہ وہ پھر سے ان چراغوں کی طرف رجوع کرے، جنہوں نے ہر دور میں ظلمت کو اُجالا بنایا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’میری اُمت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، سب کے سب دوزخ میں جائیں گے سوائے ایک کے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا وہ کون سا گروہ ہے؟ فرمایا: وہ جو میرے اور میرے صحابہؓ کے طریقے پر ہوگا۔‘‘ (ترمذی)

یہ حدیث ہمیں اس بات کی یاد دہانی کراتی ہے کہ اگر ہم سلف کے راستے سے ہٹ گئے اور سلف پر بداعتمادی دکھائی تو ہم دیگر غیر مسلم فرقوں کی طرح گمراہ ہو جائیں گے۔ دوسری حدیث میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی، ان کی مخالفت کرنے والے یا ان کو چھوڑنے والے ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قیامت) آجائے گا اور وہ اسی حال پر ہوں گے۔‘‘ (بخاری ومسلم)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور میں اہلِ حق (اکابر) موجود رہیں گے، جن کی پیروی واعتماد واجب ہے۔ آج کے اس پُرفتن دور میں جب کہ طبائع آزاد ہیں، اس میں ایمان و اعمال کی حفاظت کا واحد ذریعہ یہی ہے کہ صحابہ کرامؓ کی تعلیمات، سیرت وسوانح اور ان کی خدمات کو پیش نظر رکھا جائے۔ تابعینؒ نے صحابہؓ سے تلمذ کا شرف حاصل کیا تو وہ اپنے اسلاف پر اعتماد کر کے نہ صرف کامیاب ہوئے، بلکہ ان کے بعد تبع تابعین کے لیے اسلاف بن گئے۔ یوں تبع تابعین نے حضرات تابعین پر کامل اعتماد کیا اور مابعد والوں کے لیے مینارۂ نور بن گئے۔ یوں نسلاً بعد نسلٍ ہر آنے والوں نے اپنے سے پہلے والے اسلاف پر اعتماد کر کے دینی و دنیاوی ترقی کی منازل طے کیں۔ دورِ حاضر میں جتنے بھی علمی، فکری الحاد وگمراہیوں کی بہتات ہے، اُن کی بنیاد اسلاف بیزاری ہی ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ایک قیمتی نصیحت یاد رکھنے کے قابل ہے کہ:

’’یہی خودرائی اکثر اہلِ علم کے ضلال وانحراف کا سبب بنتی ہے، خوارج و روافض سے لے کر دورِ حاضر کے کج رو لوگوں کو اسی خودرائی نے ورطۂ حیرت میں ڈالا ہے، اس لیے جو شخص صراطِ مستقیم پر چلنے اور راہِ ہدایت پر مرنے کا متمنی ہو، اس کو لازم ہے کہ اپنی رائے پر اعتماد کرنے کے بجائے اکابر کے علم وتقویٰ پر اعتماد کرے کہ یہ حضرات علم ومعرفت، فہم و بصیرت، صلاح وتقویٰ اور اتباعِ شریعت میں ہم سے بدرجہا فائق تھے، واللہ اعلم۔‘‘ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۲/۹)

اللہ تعالیٰ ہمیں اکابر کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین۔ ۞۞

معراج جسمانی پر دلائل

پانچویں اور آخری قسط

مولانا عبدالحکیم نعمانی

”أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ الْفَقِيهُ، أَنْبَأَ هِشَامُ بْنُ عَلِيٍّ السَّدُوسِيُّ، ثنا سَهْلُ بْنُ بَكَّارٍ، ثنا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: وَأَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ زِيَادٍ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: ثنا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: »أَتَعْجَبُونَ أَنْ يَكُونَ الْخُلَّةُ لِإِبْرَاهِيمَ، وَالْكَلَامُ لِمُوسَى، وَالرُّؤْيَةُ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ« . »هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ۔“

(مستدرک علی الصحیحین جلد 1 صفحہ 123 روایت نمبر 216 مکتبہ دارالحرمین، المستدرک علی الصحیحین للحاکم جلد 1 صفحہ 133 روایت نمبر 216 مکتبہ الشاملہ، سنن نسائی کبری جلد 10 صفحہ 286 روایت نمبر 11473)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: کیا اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ ابراہیم علیہ السلام خلیل ہوں، موسیٰ علیہ السلام کلیم ہوں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کو دیکھیں؟ یہ حدیث بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔

علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ اسی متن کی ایک دوسری روایت جو کہ المعجم الاوسط میں ہے کے متعلق لکھتے ہیں: ”وروى الطَّبَرَانِيّ فِي (الْأَوْسَط) بِإِسْنَاد قوي عَن ابْن عَبَّاس، قَالَ: رأى مُحَمَّد ربه مرَّتَيْن، وَمن وَجه آخر، قَالَ: نظر مُحَمَّد إِلَى ربه، جعل الْكَلَام لمُوسَى، والخلة لإِبْرَاهِيم، وَالنَّظَر لمُحَمد صلى الله عَلَيْهِ وَسلم، فَظهر من ذَلِك أَن مُرَاد ابْن عَبَّاس هَهُنَا رُؤْيا الْعين۔“ (عمدۃ القاری جلد 17 صفحہ 40 مکتبۃ العلمیہ بیروت لبنان)

امام طبرانی نے الاوسط میں قوی اسناد کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مرتبہ اپنے خدا کو دیکھا ہے اور یہاں یہ دیکھنا چشم سر، آنکھ سے دیکھنا مراد ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کے لیے براہ راست خدا سے کلام مقرر کیا گیا اور ابراہیم علیہ السلام کے لیے خلت اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے دیدار مقرر کیا گیا۔ ظاہری بات ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے کہنے کا مطلب یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے خدا کو دیکھا۔

”حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمْرِو بْنِ نَبْهَانَ بْنِ صَفْوَانَ الثَّقَفِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ الْعَنْبَرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ أَبَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: رَأَى مُحَمَّدٌ رَبَّهُ، قُلْتُ: أَلَيْسَ اللَّهُ يَقُولُ: {لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ} قَالَ: وَيْحَكَ، ذَاكَ إِذَا تَجَلَّى بِنُورِهِ الَّذِي هُوَ نُورُهُ، وَقَدْ رَأَى مُحَمَّدٌ رَبَّهُ مَرَّتَيْنِ۔“

(ترمذی جلد 5 صفحہ 248 روایت نمبر 3279)

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خدا کو دیکھا۔ تو میں نے کہا: کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا: لا تدركه الأبصار وهو يدرك الأبصار؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے: افسوس ہے تم اس (آیت) کو نہ سمجھ سکے، یہ تو جب ہے کہ اللہ اپنے نور کے ساتھ تجلی فرمائے۔ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا۔“

”وروى ابْن خُزَيْمَة بِإِسْنَاد قوي عَن أنس. قَالَ: رأى مُحَمَّد ربه، وَبِه قَالَ سَائِر أَصْحَاب ابْن عَبَّاس وَكَعب الْأَحْبَار وَالزهْرِيّ وَصَاحب معمر وَآخَرُونَ، وَحكى عبد الرَّزَّاق عَن معمر عَن الْحسن أَنه حلف أَن مُحَمَّدًا رأى ربه، وَأخرج ابْن خُزَيْمَة عَن عُرْوَة بن الزبير إِثْبَاتهَا وَكَانَ يشْتَد عَلَيْهِ إِذا ذكر لَهُ إِنْكَار عَائِشَة رَضِي الله تَعَالَى عَنْهَا۔“ (عمدۃ القاری جلد 19 صفحہ

285 مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

ابن خزیمۃ رحمۃ اللہ علیہ نے قوی اسناد کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ ”حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خدا کو دیکھا“ یہی بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ، الزہری رحمۃ اللہ علیہ اور معمر بن راشد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی روایت ہے۔ امام عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ، معمر بن راشد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ قسم کھایا کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خدا کو دیکھا۔ ابن خزیمۃ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی دیدار الٰہی ثابت کیا ہے اور کہا ہے کہ جب ان کے سامنے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ذکر کیا گیا تو یہ ان پر گراں گزرا۔“

”فِي كِتَابِ السُّنَّةِ عَنِ الْمَرْوَزِيِّ قُلْتُ لِأَحْمَدَ إِنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ مَنْ زَعَمَ أَنَّ مُحَمَّدًا رَأَى رَبَّهُ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللهِ الْفِرْيَةَ فَبِأَيِّ شَيْءٍ يُدْفَعُ قَوْلُهَا قَالَ بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ رَبِّي قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْبَرُ مِنْ قَوْلِهَا۔“ (فتح الباری فی شرح صحیح بخاری لابن حجر جلد8 صفحہ485، الرقم4855)

کتاب السنۃ میں بیان ہے المروزی (المتوفی: 294ھ) نے امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں: ”جو کوئی بھی کہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا کو دیکھا اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا۔“ اس کا کیسے جواب دیا جائے؟ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بذات خود یہ کہنا کہ رَأَيْتُ رَبِّيان کے قول کا جواب ہے کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول سے اوپر ہے، بڑا ہے۔“

”وَإِذَا صَحَّتِ الرِّوَايَاتُ عن بن عَبَّاسٍ فِي إِثْبَاتِ الرُّؤْيَةِ وَجَبَ الْمَصِيرُ إِلَى إِثْبَاتِهَا فَإِنَّهَا لَيْسَتْ مِمَّا يُدْرَكُ بِالْعَقْلِ وَيُؤْخَذُ بِالظَّنِّ وَإِنَّمَا يُتَلَقَّى بِالسَّمَاعِ وَلَا يَسْتَجِيزُ أَحَدٌ أَنْ يَظُنَّ بِابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ تَكَلَّمَ فِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ بِالظَّنِّ وَالِاجْتِهَادِ وَقَدْ قَالَ مَعْمَرُ بن راشد حين ذكر اختلاف عائشة وبن عباس ما عائشة عندنا بأعلم من بن عباس ثم ان بن عباس أثبت شيئا نفاه غيره وَالْمُثْبِتُ مُقَدَّمٌ عَلَى النَّافِي۔“ (شرح النووی علی مسلم جلد3 صفحہ5، ایضاً مکتبہ الشاملہ)

اور جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی صحیح حدیث سے ثابت ہو گیا (کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا کو دیکھا) تو ہم یہ گمان نہیں کر سکتے کہ انہوں نے یہ بات خود سے کہی ہو گی، یقیناً انہوں نے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ کر کہی۔ معمر بن ارشد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ان دو مختلف اقوال کے متعلق کہتے ہیں کہ اس بات کا علم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہ تھا جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو تھا تو جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ یہ بات ثابت کر رہے ہیں اور دوسرے اس بات کی نفی تو اصول یہ ہے کہ مثبت (ثبوت) مقدم ہے نفی پر علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے موقف کی تائید میں کوئی حدیث مرفوع پیش نہیں کی بلکہ محض اپنے قیاس اور اجتہاد سے کام لیا ہے۔ اس پر ہو سکتا ہے یہ اعتراض کیا جائے کہ صحیح مسلم جس کی شرح علامہ نوویؒ کر رہے ہیں، اسی کے اگلے صفحے پر حدیث مرفوع موجود ہے جس میں ام المومنین نے فرمایا کہ میں نے اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جبرئیل امین تھے تو شارحِ مسلم علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کیسے اس بات کا انکار کیا۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت صدیقہؓ نے ”ولقد راہ بالافق المبین“ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا اور حضور نے فرمایا کہ وہ جبرئیل ہیں اور یہ بلاشبہ درست ہے، کیونکہ یہ آیات سورہ تکویر کی ہے اور وہاں حضرت جبرئیل کا ہی ذکر ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

”اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۹﴾ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴿۲۱﴾ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴿۲۳﴾۔“

یہ سارا ذکر جبرئیل امین کا ہے۔ ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں ان کی اصلی صورت میں دیکھنے کی خواہش کی، تو آپ آسمان کے افق پر نمودار ہوئے۔ وہ افق جہاں جبرئیل نمودار ہوئے اسے افقِ مبین کہا گیا ہے، لیکن یہاں جس افق

کا ذکر ہو رہا ہے وہ ’’ھو بالافق الاعلی‘‘ ہے۔ آسمان اور زمین کے افق کو افق مبین تو کہہ سکتے ہیں، لیکن افقِ اعلیٰ وہ ہوگا جو تمام آفاق سے بلند تر ہو۔ اس لیے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہی درست ہے:

اس ساری وضاحت کا مقصد صرف یہ تھا کہ آپ کو مرزائی دجل کا اندازہ ہو، اس کا خلاصہ یہ کہ ان آیات کی تفسیر میں اگر کسی بات کا اختلاف ہے تو وہ رؤیت خداوندی پر ہے۔ یہ عقیدہ رکھنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیدار الٰہی ہوا کوئی قطعی عقیدہ نہیں ہے بلکہ یہ ظنی ہے اور اس کے انکار سے کوئی کافر نہیں ہو جاتا۔ اس بحث کو آخر میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے کرتا ہوں:

’’ہم اس معاملہ میں کوئی فیصلہ نہ کریں، بلکہ توقف اور سکوت اختیار کریں، کیونکہ یہ مسئلہ کوئی عملی مسئلہ نہیں جس کے کسی ایک رخ پر عمل کرنا ناگزیر ہو، بلکہ یہ مسئلہ عقیدہ کا ہے جس میں جب تک قطعی الثبوت دلائل نہ ہوں کوئی فیصلہ نہیں ہوسکتا اور جب تک کسی امر میں قطعی بات نہ معلوم ہو حکم ثبوت اور توقف کا ہے۔‘‘

بے شک خدا سب سے بہتر جانتا ہے۔

یہاں ایک اور اعتراض کیا جاتا ہے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے:

’’قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ۔‘‘ (صحیح مسلم 7113)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ عزوجل نے فرمایا: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے (جنت میں) ایسی ایسی چیزیں تیار کر رکھی ہیں کہ جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر ان کا خیال گزرا۔‘‘

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کیسے دیکھ لی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مسلم اور صحیح بخاری کی حدیث میں یہ ذکر موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو مشاہدات کروائے گئے وہ ان نعمتوں میں سے نہ تھے جن کا مذکورہ حدیث میں ذکر ہے۔ صحیح مسلم جلد4 روایت نمبر2824 اور صحیح بخاری روایت نمبر4780 میں جیسے بیان ہے: ’’بَلْهَ مَا أُطْلِعْتُمْ عَلَيْهِ‘‘ کہ مذکورہ نعمتیں ان کے علاوہ ہیں، جن پر تمہیں مطلع کیا گیا ہے۔

❁❁❁.....❁❁❁

ماہِ صیام

علتِ عصیاں کی لے کر ادویہ ماہِ صیام
مرحبا صد مرحبا! لو آگیا ماہِ صیام

جس قدر ممکن ہو اس کی میہمانی کیجئے
آگیا قسمت سے مہمانِ خدا ماہِ صیام

طاعت وزہد وریاضت میں گزارو رات دن
مغفرت کا لے کے مژدہ آگیا ماہِ صیام

خالقِ کونین کی جانب سے ہر ہر خیر کا
دینے آیا ہے صلہ صدہا گنا ماہِ صیام

اس کی بدبختی پہ روتے ہیں زمین و آسماں
ذہن سے اپنے دیا جس نے بُھلا ماہِ صیام

کذب وغیبت سے لیا جس شخص نے دامن بچا
اس کا دامن رحمتوں سے بھر گیا ماہِ صیام

پاک کر لیں آنسوؤں سے دامن تر دامنی
دینے آیا ہے ندامت کا صلہ ماہِ صیام

خالقِ کونین کے الطاف و انعامات سے
ہے بھرا از ابتدا تا انتہا ماہِ صیام

اک شب قدر اس کی بہتر ہے ہزاروں ماہ سے
مصطفیٰ کی ہے دعاؤں کا صلہ ماہِ صیام

جس نے استغفار وتوبہ میں گزارے روز وشب
کر گیا دارین میں اس کا بھلا ماہِ صیام

مومنوں کے دل میں بھر جاتا ہے آکر ہر برس
طاعتِ یزداں کا جوش و ولولہ ماہِ صیام

کوئی لمحہ بھی نہ گزرے دیکھ بے یادِ خدا
دے رہا ہے تجھ کو سرور یہ ندا ماہِ صیام

سرور میواتی

ماہِ رمضان میں فضیلتِ عمرہ

محترمہ طیبہ ضیاء

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری عورت سے پوچھا: تمہارے لیے ہمارے ساتھ حج کرنے پر کیا رکاوٹ ہے؟ اس نے جواب دیا: ’’ہمارے پاس صرف دو اونٹ ہیں، ایک پر میرا بیٹا اور اس کا والد حج کرنے چلے گئے اور دوسرا ہمارے لیے چھوڑ دیا تاکہ ہم اس سے کھیتی کو سیراب کرنے کا کام لیں‘‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب ماہ رمضان آئے تو اس میں عمرہ کرلینا، کیوں کہ رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر ہے‘‘ اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ ’’میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔‘‘ (صحیح بخاری)

رمضان میں عمرے کو حج کے ساتھ اجر و ثواب میں تشبیہ دی گئی ہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ رمضان میں عمرہ، فرض حج کا متبادل ہے، لہٰذا رمضان میں عمرہ کرنے سے فرض حج ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک عمرہ دوسرے عمرہ کے مابین گناہوں کا کفارہ ہے اور حج کی جزا جنت ہی ہے۔ (صحیح البخاری)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حاجی اور عمرہ کرنے والے اللہ عزوجل کے مہمان ہیں، وہ انہیں بلاتا ہے تو وہ اس کے بلاوے پر لبیک کہتے ہیں اور یہ اس سے سوال کرتے ہیں تو اللہ عزوجل اِنہیں عطا فرماتا ہے۔‘‘ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حج اور عمرہ پے در پے ادا کرلیا کرو، کیونکہ یہ فقر اور گناہوں کو اس طرح مٹا دیتے ہیں جیسے بھٹی سونے چاندی اور لوہے کا زنگ دور کردیتی ہے۔‘‘ (ترمذی)

اگر عمرہ کے سفر میں کسی ایک جگہ پندرہ دن تک قیام کا ارادہ نہیں ہے، تو ایسا شخص شرعاً مسافر ہے اور مسافر کو روزہ رکھنے یا نہ رکھنے دونوں کا اختیار ہے، چاہے عمرہ کا سفر ہو یا کوئی اور سفر ہو، اور نہ رکھنے کی صورت میں بعد میں اس روزہ کی قضا کرنا لازم ہوگی، تاہم اگر سفر کے دوران روزہ رکھنے میں سہولت ہے، دشواری نہیں ہے تو روزہ رکھ لینا بہتر ہے، اگر روزہ رکھنے میں مشقت اور دشواری ہے تو اس صورت میں روزہ نہ رکھنے کی بھی اجازت ہے اور بعد میں اس روزہ کی قضا کرلے۔

اگر سفر کی حالت میں ہونے کی وجہ سے رخصت پر عمل کرتے ہوئے روزہ نہیں رکھا تو اس سے عمرہ کے ثواب اور فضیلت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، کیوں کہ یہ رخصت اللہ تعالیٰ نے خود دی ہے، اور اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ اس کی رخصت پر بھی عمل ہو، جیسا کہ عزیمت کے کام پر عمل اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، لہٰذا عمرہ کے جو فضائل ہیں وہ بہرحال حاصل ہوں گے۔

تمام مسلمانوں کے لیے عمرہ ایک خاص مقصد رکھتا ہے۔ اسے بڑی حد تک پاکیزگی کا ایک روحانی عمل سمجھا جاتا ہے جو بنیادی طور پر اللہ کی رضا اور فضل حاصل کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ کسی مسلمان پر واجب نہیں ہے (اس کے برعکس حج)، یہ اللہ کو خوش کرنے اور اس تک پہنچنے کا ایک آسان طریقہ ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: ’’جب رمضان کا مہینہ آئے تو عمرہ کی سعادت حاصل کرو کیونکہ رمضان میں عمرے کا ثواب میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔‘‘ (صحیح بخاری: ۱۷۸۲)

REGD. SS. 160

تعاون کی اپیل

عقیدہ ختم نبوت کی سربلندی
ناموس رسالت کے تحفظ
اور فتنہ قادیانیت کی سرکوبی
کے لیے

عطیات، صدقات اور زکوٰۃ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو دیجئے

اپیل کنندگان

تعارف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

☆ حضرت امیر شریعتؒ اور خواجہ خواجگان مولانا خواجہ خان محمدؒ کے ارشادات کی روشنی میں ہر قسم کے سیاسی مناقشات سے بالاتر ہو کر تبلیغ دین خصوصاً عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کرنے والی مذہبی جماعت ہے۔ الحمدللہ!

☆ اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے مجلس کو پاکستان اور بیرون پاکستان قادیانیت کے محاذ پر کامیابی نصیب ہوئی۔

☆ آئینی طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ قانوناً قادیانیوں کو شعائر اسلام کے استعمال سے روک دیا گیا۔

☆ یورپین ممالک میں تبلیغ اسلام اور قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں کے رد میں مراکز قائم کئے گئے۔

☆ برطانیہ میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کا اہتمام..... چناب نگر میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد۔

☆ چناب نگر میں سالانہ رد قادیانیت کورس ..... چناب نگر میں ایک سالہ ختم نبوت تخصص کورس۔

☆ قادیانیت کے ہمہ وقت تعاقب کے لیے 40 مبلغین 30 تبلیغی مراکز اور دفاتر 8 شعبہ ہائے تعلیم القرآن۔

☆ چناب نگر شعبہ کتب..... شعبہ میٹرک، ایف اے..... ماہنامہ لولاک ملتان..... ہفت روزہ ختم نبوت کراچی۔

☆ تحفہ قادیانیت 6 جلدیں..... تحریک ختم نبوت 10 جلدیں ..... محاسبہ قادیانیت 37 جلدیں

☆ اردو، انگریزی، عربی میں رد قادیانیت پر فری لٹریچر..... دیگر رد قادیانیت پر اہم کتب شائع شدہ۔

☆ انٹرنیٹ پر ماہنامہ لولاک..... ہفت روزہ ختم نبوت..... اور دیگر مجلس کی کتب دستیاب ہیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4783486

اکاؤنٹ نمبرز

00380038-01034640 یو بی ایل حرم گیٹ برانچ ملتان

01127-01010015785 مسلم کمرشل بنک ملتان

علاقائی مراکز کے فون نمبرز											
اسلام آباد 0334-5082180	لاہور 0300-4304277 0300-4981840	کراچی 021 32780337	راولپنڈی 0304-7520844	سیالکوٹ 0300-7442857	گوجرانوالہ 0302-5152137	چناب نگر 0301-6395200	سرگودھا 0301-6361561	جھنگ 0300-7832358	خانیوال 0301-7819466	ساہیوال 0303-2453878
ڈیرہ غازیخان 0306-7817525	بہاولپور 0300-6851586	میرپورخاص 0334-3463200	رحیم یار خان 0301-7659790 0301-9825812	سکھر 0302-3623805	اوکاڑہ قصور 0300-6950984	فیصل آباد 0301-7224794	حیدرآباد 0300-8775697	شیخوپورہ 0309-7064784	کوئٹہ 0331-3064596 0312-8987971	گجرات منڈی بہاؤالدین 0300-8032577	بہاولنگر 0333-6309355 0300-8823051